بابِ ششم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَّ عَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

درود و سلام کے فضائل

www.MinhajBooks.com

درود وسلام کو وظیفۂ حیات بنا لینا اتنا عظیم اور دیگر عبادات سے منفرد عمل ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے دنیوی واخروی فوائد وثمرات کا کوئی انسان اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن اس عمل کو جاری رکھنے سے ایک بات جو بطور خاص قلب و ذہن کو مضطرب رکھتی ہے وہ یہ کہ بندہ جب درود شریف پڑھتے ہوئے اپنی لغزشوں پر نگاہ ڈالتا ہے تو وہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی ہم نوائی میں بےساختہ پکار اٹھتا ہے:

چوں بنام مصطفی ﷺ خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود

(جب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درود بھیجتا ہوں تو اپنی خطاؤں اور گناہوں کو دیکھتے ہوئے شرم سے میرا وجود پانی پانی ہو جاتا ہے۔)

دستورِ زمانہ ہے کہ ہر محبّ اور عاشق اپنے دنیاوی محبوب کو محبت وعقیدت کے اظہار کے طور پر کوئی نہ کوئی شے بطور تحفہ ضرور دینا چاہتا ہے۔ جس سے اس کا مقصد محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کا حصول ہے۔ اہلِ ایمان کی خوش نصیبی ہے کہ انہیں اللہ رب العزت کی بارگاہ سے اپنے محبوب آقا حضور سرورِ کونین ﷺ کی بارگاہ میں بطور نذرانہ بھیجنے کے لئے درود وسلام کا حکم ملا ہے۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درود وسلام بھیجنا حکم خداوندی کی تعمیل بھی ہے اور یہ عمل بھیجنے والے کے لئے حصولِ سعادت وخوش بختی کا ذریعہ بھی قرآنِ حکیم میں اللہ رب العزت نے بےشمار احکام نازل فرمائے ہیں جن پر عمل کرنے کے لئے وقتِ معین یا کسی ماحول کی قید لگائی ہے۔ اس کی مثال ارکانِ اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے دی جاسکتی ہے لیکن درود وسلام پڑھنا اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم ہے جس

کی بجاآوری کے لئے وقت اور ماحول کی کوئی تخصیص نہیں اور زمان و مکاں کی کوئی قید نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○[۱]

’’بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو○‘‘

اس ارشادِ ربّانی کی تعمیل میں جب بھی ہمارے کان اس حکم سے آشنا ہوں تو ہمیں بلا تاخیر اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر ہدیۂ درود و سلام بھیجنا چاہیے۔ درود و سلام کے فضائل بیان کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم لفظِ صلوٰۃ کے معنی و مفہوم پر غور کرلیں:

لفظِ صلوٰۃ کے معانی

لفظ صلوٰۃ اپنے لغوی و اصطلاحی معنی کے اعتبار سے بڑی وسعت کا حامل ہے۔ اس سے پیشتر دعا اور نماز کے ابواب میں بھی ہم اس لفظ کے مختلف معانی بیان کر چکے ہیں۔ اس لفظ کا مادہ ’’ص ل وٗ‘‘ یا ’’ص ل ی‘‘ ہے۔ لغوی معانی اگرچہ کثیر ہیں لیکن یہاں اختصار کے پیشِ نظر صرف اصطلاحی معانی پر اکتفا کیا جائے گا۔ وہ اصطلاحی معانی جو باقاعدہ مروّج و متداول ہیں ان میں سے چار معروف معانی درج ذیل ہیں:

۱۔ دعا ۲۔ اِستغفار

۳۔ برکت ۴۔ قراءت

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

ا۔ صلوٰۃ بمعنٰی دعا

غزوۂ تبوک میں کچھ مسلمان شریک نہ ہو سکے۔ بعد میں انہیں اپنی غلطی اور کوتاہی کا شدت سے احساس ہوا۔انہوں نے خود کو مسجدِ نبوی ﷺ کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا اور نیت کی کہ ہم اسی طرح بندھے رہیں گے یہاں تک کہ آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہمیں بذاتِ خود کھولیں اور ہم یہ سمجھ لیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں معاف فرما دیا ہے۔ کافی عرصہ کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھولا تو وہ سجدۂ شکر بجا لائے اور اپنے گھروں کا سارا اثاثہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لا کر حاضر کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا تو میں ان کا مال قبول کروں گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ۔ (۱)

”اور بادیہ نشینوں میں (ہی) وہ شخص (بھی) ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کچھ (راہِ خدا میں) خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول (ﷺ) کی (رحمت بھری) دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔“

اس آیہ کریمہ میں صلوٰت کا لفظ دعاؤں کے معنی میں آیا ہے۔ اسی سورۂ مقدسہ کی ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ (۲)

---

(۱) التوبۃ، ۹: ۹۹

(۲) التّوبۃ، ۹: ۱۰۳

’’آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (باعثِ) تسکین ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بھی صلوٰۃ کا لفظ دو جگہ صَلِّ اور صَلٰوتَک کی شکل میں دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں بھی مذکورہ لفظ دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ. فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ۔ (۱)

’’جب تم میں سے کسی شخص کی دعوت کی جائے تو چاہیئے کہ وہ اسے ضرور قبول کرے، اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ نہ ہو تو کھا لے۔‘‘

اس میں بھی لفظ صلوٰۃ دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔ صلوٰۃ بمعنٰی اِستغفار

لفظِ صلوٰۃ اصطلاحی طور پر اِستغفار کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ درج ذیل احادیث سے اس معنی کی وضاحت ہوتی ہے:

(۱) ۱۔ مسلم، الصّحیح، کتاب: النّکاح، باب: الأمر بإجابة الدّاعی إلی دعوة، ۲: ۱۰۵۴، رقم: ۱۴۳۱

۲۔ ترمذی، الجامع الصّحیح، أبواب الصّوم، باب: ماجاء في إِجَابَةِ الصَّائِمِ الدَّعْوَةَ، ۲: ۱۴۱، رقم: ۷۸۰

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ۔ (۱)

''مجھے بقیع والوں کی طرف دعائے اِستغفار کرنے کیلئے بھیجا گیا۔''

ایک مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهْيًا عَنِ الْمُنْكَرِ صَلَاةٌ، وَإِنَّ حَمْلًا عَلَى الضَّعِيفِ صَلَاةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ صَلَاةٌ۔ (۲)

''تیرا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی اِستغفار ہے، کسی کمزور و ناتواں کا بوجھ اٹھانا اِستغفار ہے، تم میں سے کسی کا نماز کی طرف قدم بڑھانا بھی اِستغفار ہے۔''

۳۔ صلوٰۃ بمعنی برکت

صلوٰۃ لفظ صلوٰۃ کتبِ احادیث میں برکت کے معنی میں بھی مستعمل ہے، مثلاً:

ایک صحابی جس کا نام ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا صدقہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا تو آپ ﷺ نے خوش ہوکر برکت کیلئے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔ (۳)

''اے اللہ! ابی اوفی کی آل کو برکت عطا فرما۔''

اس آیت مبارکہ میں صلوٰۃ برکت کا معنی دے رہا ہے۔

---

(۱) نسائی، السنن، کتاب: الجنائز، باب: الأمر بالاستغفار للمؤمنین، ۴: ۷۰، رقم: ۲۰۳۸

(۲) طبراني، المعجم الکبیر، ۱۱: ۲۳۶، رقم: ۱۱۷۹۱

(۳) ابن حبّان، الصّحیح، ۳: ۱۹۷، رقم: ۹۱۷

۴۔ صلوٰۃ بمعنٰی قراءت

صلوۃ کا لفظ قراءت کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً مکہ مکرمہ میں نماز کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ کی قرأت سن کر کفار آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتے تھے اور دورانِ تلاوت شور وغل سے خلل ڈالا کرتے تھے۔ اس کے متعلق حکم نازل ہوا:

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا۔ (۱)

’’اور نہ اپنی نماز (میں قرأت) بلند آواز سے کریں اور نہ بالکل آہستہ پڑھیں۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں لفظ صلوٰۃ بمعنی قرأت وارد ہوا ہے۔

باعتبارِ نسبت صلوٰۃ کے مختلف معانی

صلوٰۃ کے مندرجہ بالا تمام معانی مدّنظر رکھے جائیں تو ایک خاص قاعدہ وکلیہ کا اطلاق ہوتا ہے نسبت کے اعتبار سے اس طرح ہے:

۱۔ جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ ﷻ کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کا رحمت نازل فرمانا اور عظمتیں اور برکتیں عطا کرنا ہے۔

۲۔ جب صلوٰۃ کی نسبت بندے کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب رکوع و سجود کرنا، نماز پڑھنا، درود وسلام پیش کرنا اور دعا و مناجات کرنا ہوتا ہے۔

۳۔ جب صلوٰۃ کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب ملائکہ کا درود و سلام پیش کرنا، دعائے اِستغفار کرنا ہے۔

۴۔ جب صلوٰۃ کی نسبت عناصرِ کائنات کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے

(۱) بنی اسرآئیل، ۱۷: ۱۱۰

کہ تمام اشیاء تسبیح پڑھتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ (۱)

''اور (جملہ کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ۔ (۲)

''ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے۔''

لفظِ سلام کا معنی

سلام مصدر ہے جو بمعنی سلامتی استعمال ہوتا ہے۔

درود و سلام کی اَہمیت

درود و سلام ایک منفرد و بے مثل عبادت، ایک شاندار عمل، قربِ خداوندی اور قربِ نبوی ﷺ کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسے مقبول ترین اور فوری اثرات و نتائج کے حامل اعمال میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس مقبولیت و اہمیت کی خاص وجہ کے پیچھے ایک خاص حکمت کارفرما ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ محبّ اور حضور نبی اکرم ﷺ اس کے محبوب ہیں۔ جس طرح محبت کرنے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہر وقت اس کے محبوب کا ذکر ہوتا رہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے محبوب کا نام ہر وقت اس کے بندوں کی زبان پر رہے اور وہ ہر دم اسے جپتے رہیں اور اس کی شان دوبالا ہوتی رہے۔

(۱) بنی اسرآئیل، ۱۷: ۴۴
(۲) النّور، ۲۴: ۴۱

صلوٰۃ علی النبی ﷺ کی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت ہیں۔ آپ ﷺ عالمِ انسانیت کے محسن ہیں اور تمام انسانوں پر آپ ﷺ کے بے شمار احسانات ہیں۔ آپ ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت بخشی، اور کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر اس کے من کی دنیا کو توحید کے اجالوں سے جگمگا دیا۔ آپ ﷺ نے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا درس اور زندگی گزارنے کا وہ ضابطہ دیا جس میں دنیا و آخرت کی کامیابی کی نوید دی گئی ہے لٰہذا ہم پر لازم آتا ہے کہ اس عظیم ذاتِ گرامی کی مدح و تعریف کی جائے جس کی بدولت انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی عنایات قیامت تک سایہ فگن رہیں گی۔ ان احسانات کا بدلہ چکانے کے لئے درود و سلام کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ سے قلبی تعلق پیدا کرنا مقصود ہے۔

۱۔ تعلق کی نوعیت و اہمیت

تعلق وہ شے ہے جو معمولی کو غیر معمولی اور غیر اہم کو اہم بنا دیتا ہے۔ اس کی بدولت انسان کو وہ سرفرازی و عروج نصیب ہوتا ہے جو تعلق اور نسبت کے بغیر لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا، خواہ وہ وقت کے افلاطون اور زمانے کے جالینوس ہوں اور ان کا مقام و مرتبہ تسلیم شدہ اور سماجی حیثیت بلند تر ہی کیوں نہ ہو لیکن ایک حقیر و ناتواں اور بے حیثیت انسان محض تعلق کی بنا پر ایسا قرب پا لیتا اور حاکم وقت سے وہ کچھ منوا لیتا ہے کہ بڑے بڑے فنکار اور علم و معرفت کے دعویدار منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور جسے وہ سماج اور معاشرے کا ایک ادنیٰ فرد سمجھ رہے ہوتے ہیں آسانی سے اپنے مقصد میں کامیابی سے سرفراز ہو جاتا ہے۔

تعلق کی دو اقسام ہوتی ہیں: ایک تعلق وہ ہے جو دلائل و شواہد کے بل بوتے پر علم کے زور سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلے انسان دلائل و براہین اور قرائن و شواہد کے ذریعے کسی چیز کا علم حاصل کرتا ہے پھر اس کی معرفت تک رسائی ہوتی ہے۔ اسے معرفت عقلی

کہتے ہیں۔ اس معرفت اور شناخت کے حوالے سے قائم ہونے والے تعلق کو ہم تعلق عقلی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس قسم کے تعلق اور معرفت کی خامی یہ ہے کہ یہ محبوب کے دل میں اعتماد پیدا نہیں کر پاتا اور نہ ہی یہ کسی کو اونچے مرتبے پر فائز کرسکتا ہے۔

دوسرا تعلق وہ ہے جو دل کی راہ سے حاصل ہوتا ہے اس کے باعث انسان محبوب کے لیے سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور رضائے حبیب کے لیے وہ قربانی اور فدا ہونے کی ایسی راہیں تراشتا ہے کہ خدمت و وارفتگی کے انداز دیکھ کر دنیا والے حیران رہ جاتے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ حقیقی عشق بس اسی کا نام ہے۔ اسے معرفت قلبی یا تعلق قلبی بھی کہتے ہیں۔

اس قسم کے تعلق کی یہ خوبی ہے کہ یہ محبوب کے دل میں اعتماد پیدا کر دیتا ہے اور بڑے بڑے صاحبانِ جاہ و منصب پر برتری کا ایسا مقام بخشتا ہے کہ دوسرے اس کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی قلبی تعلق حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریب ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبودار سانسوں کی گرمی محسوس کی، چہرہ انور کی نورانیت کا مشاہدہ کیا، سفر و حضر میں ساتھ رہے اور خدمت کا شرف حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد غوث، قطب، امام، متکلم، فلسفی، عالم، عارف اور عظیم صاحبانِ سیف و قلم پیدا ہوئے مگر کوئی بھی ایک صحابی کے برابر نہیں ہوسکا۔

۲۔ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق قلبی پیدا کرنے کا مجرّب نسخہ

تعلق قلبی اور اعتماد کی یہ متاعِ عظیم حاصل کرنے کا ایک ہی مؤثر ذریعہ اور مجرّب نسخہ ہے کہ امتی خود کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیلئے وقف کردے، ان ہی کا ہو کر رہ جائے اور ہر وقت ان کی چاکری کرتا رہے۔ اس قلبی تعلق کو پختہ کرنے کا بہترین ذریعہ درود و سلام ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ۔(۱)

’’بے شک اللہ تعالیٰ کے زمین میں گشت کرنے والے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔‘‘

یہ ایسی سعادت ہے جس کی کوئی مثال نہیں، اس کی بدولت ادنیٰ سے ادنیٰ انسان دیکھتے ہی دیکھتے بزمِ حبیب ﷺ کا درخشندہ ستارہ اور قابلِ تعظیم و تکریم مرد بن جاتا ہے۔ رہ و رسم دنیا یہ ہے کہ تعلق کا آغاز سلام و کلام سے کیا جاتا ہے۔ جس سے قطعی جان پہچان نہ ہو اور اس سے رابطہ پیدا کرنا مقصود ہو تو سلام ہی سے ابتداء کی جاتی ہے۔ سلام سے بات شروع ہو کر مستحکم اور مضبوط قلبی رشتے میں بدل جاتی ہے۔

ایک غریب و مسکین بے نوا امتی جب آقائے نامدار ﷺ پر ہدیہ درود و سلام کے نذرانے سے اپنے تعلق کا آغاز کرتا ہے اور پھر استقلال کے ساتھ قلبی تعلق استوار کرتا ہے تو محبوب کریم ﷺ کی طرف سے بتدریج پذیرائی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ پہلے توجہ و التفات سے نوازتے ہوئے نظرِ کرم فرماتے ہیں، پھر تبسم کی خیرات عطا کرتے ہیں اور سلام کے منتظر رہتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن الله وكل بقبري ملكًا أعطاه أسماع الخلائق فلا يصلي عليّ أحد إلى يوم القيامة إلا أبلغني باسمه و اسم أبيه هذا فلان بن

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، كتاب السّهو، باب: سلام على النبي ﷺ، ۳: ۳۱، رقم: ۱۲۸۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۷، رقم: ۳۶۶۶

فلان قد صلی علیک۔(۱)

’’بیشک اللہ تعالیٰ نے (میرے وصال کے بعد) ایک فرشتہ کو میری قبر پر کھڑا ہونے کی ذمہ داری سونپ دی ہے، اسے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ پس قیامت تک جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ (فرشتہ) اُس کا اور اُس کے والد کا نام مجھ تک پہنچائے گا: فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنَ اَحدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔(۲)

’’امت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح واپس لوٹا دی ہو یہاں تک کہ میں ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔‘‘

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَصَلُّوا عَلَيّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبلُغُني۔(۳)

’’تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پہنچ جاتا ہے۔‘‘

www.MinhajBooks.com

(۱) بزار، المسند، ۴: ۲۵۴، رقم: ۱۴۲۵

(۲) أبو داؤد، السنن، کتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۵، رقم: ۲۰۴۱

(۳) طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۸۲، رقم: ۲۷۲۹

۳۔ درود وسلام سنتِ الٰہیہ ہے

درود و سلام وہ عمل ہے جس کا بھیجنا حکمِ الٰہی ہی نہیں بلکہ سنت الٰہیہ بھی ہے۔ سنت الٰہیہ سے اللہ تعالیٰ کا فعل مراد ہے اس کا فعل سنت، درجہ اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بلند اور افضل ہے۔کوئی سنت، کوئی طریقہ اور کوئی فعل اس کی برابری اور ہمسری نہیں کرسکتا۔ سنتِ الٰہیہ ہونے کی نسبت سے صلوٰۃ و سلام کو جو اہمیت وفضیلت حاصل ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہے اور یہ نرالی شان کسی اور عمل کو حاصل نہیں۔صلوٰۃ و سلام ہی وہ واحد عمل ہے جو سنتِ الٰہیہ ہونے کے ناتے تمام اعمال میں سب سے ممتاز و نمایاں، منفرد اور بے مثل حیثیت رکھتا ہے۔

درود وسلام کا دیگر عبادات کے تناظر میں جائزہ لیا جائے تو وہ سب حکمِ الٰہی کے تحت انجام پاتی ہیں۔حکمِ خداوندی کی رو سے بندوں پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنی اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے درود و سلام کے مطلوبہ عمل کو عدم سے وجود میں لائیں۔ ہر دور اور ہرزمانے میں حکم خداوندی ہی کو دیگر احکام شریعت کے مقابلے میں یہ آفاقی اور بالاتر حیثیت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک قطعی حقیقت ہے کہ یہ خداوندی احکام مختلف ادوار میں الگ الگ امتوں کے حوالے سے بدلتے بھی رہے ہیں اور تغیر وتبدل کا یہ عمل بعض اوقات تضاد کی حدوں کو چھوتا رہا ہے، یعنی ایک عمل اگر کسی امت میں ایک حکم کی رو سے جائز و حلال ہوتا ہے تو وہی عمل کسی اور امت اور زمانے میں ایک دوسرے حکم کی رو سے بعض خدائی حکمتوں کے پیشِ نظر ناجائز و حرام قرار پاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حکم خداوندی ایک ایسی چیز ہے جس میں تغیّر وتبدل ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا صدور مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے لئے الگ الگ اور مختلف بھی ہوسکتا ہے۔حکمِ الٰہی کے برعکس سنتِ الٰہیہ ایک ایسی چیز ہے جو ہر دور میں یکساں اور ایک ہی ہیئت پر قائم و دائم رہتی ہے اور زمانوں یا امتوں کے بدلنے سے اس میں کوئی تبدیلی تغیر وتبدل واقع نہیں ہوتا۔

گویا سنتِ الٰہیہ ایک اٹل حقیقت اور دائمی حیثیت کی حامل ہے جو گردشِ زمان و مکاں سے آزاد ہر قسم کے اثرات و تغیرات سے محفوظ ایک ہی ہیئت پر قائم رہنے والا ہے، جو کسی پہلو سے تغیر پذیر اور زوال آشنا نہیں، اسے قرآنِ حکیم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَبْدِيْلًا۔ (۱)

''سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے عمل کا سنتِ الٰہیہ ہونا جہاں شانِ مصطفوی ﷺ میں آپ کے بے مثل ہونے کا آئینہ دار ہے وہاں اپنی فضیلت کے اعتبار سے وہ مقدس عمل ہے جو سنتِ الٰہیہ ہونے کے باعث ہمیشہ ابد تک کے لئے زوال اور تغیر کے اثرات سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے میں تسلسل موجود ہے۔ جس طرح قدرت کی طرف سے پہلے یہ عمل جاری رہا اس طرح ہر دور میں ہر علاقے کے اہلِ ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی تردد کے بغیر سنتِ الٰہیہ کی پیروی اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کے گجرے نچھاور کرتے رہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo (۲)

''بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کروo''

آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے سے مراد اپنے حبیبِ مکرّم ﷺ پر رحمتیں نازل فرمانا ہے اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ ان کا آپ ﷺ

(۱) فاطر، ۳۵: ۴۳

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۵۶

کے لئے بلندئ درجات کی دعائیں کرتے رہنا ہے، جبکہ عام مومنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دعا و مدح وثنا کی یکجائی کا تسلسل جاری رکھنا ہے۔

سنتِ الٰہیہ کی فضیلت

صلوٰۃ و سلام سنت خالق ہے جبکہ دیگر اعمال و فرائض سنت مخلوق ہیں۔ اس لئے اسے تفوق و افضلیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک ہے کوئی اس کا ساتھی ہمسر اور مدمقابل نہیں۔ ذاتِ الٰہی کی طرح صفاتِ الٰہی بھی غیرمتناہی ہیں۔ ان کی انتہا اور اختتام کی کوئی حد نہیں، وہ ہر قسم کی حد بندی اور تقلید سے منزہ اور پاک ہے۔ اس کی سنت کی بھی یہی شان ہے جبکہ اس کے برعکس مخلوق کی ذات و صفات محدود ہیں۔ مثلاً ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ وہ عبادات ہیں جو آپ ﷺ نے ادا فرمائیں اور نمونہ دکھا کر امت کو ان کی ادائیگی کا سلیقہ اور طریقہ سمجھایا۔ چونکہ یہ سب عبادات آپ ﷺ کی سنت ہیں۔ ان میں پائی جانے والی تقلیدی شان سے واضح ہے کہ یہ سنتِ رسول ﷺ ہیں، سنت خالق نہیں، پھر یہ کہ ہر سنت وقت اور مخصوص ہیئت کی پابند اور تابع ہے جیسے نماز اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں وقت کی پابندی ہے، اسے وقت سے آگے پیچھے کر کے ادا نہیں کیا جاسکتا اور وقت نکل جائے تو قضا کرنا پڑتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز مقید بالوقت ہے آزاد و بے قید نہیں۔ اسی طرح نماز مقید بالہیت بھی ہے یعنی یہ ضروری ہے کہ اسے اسی شکل وصورت میں ادا کیا جاے جس شکل وصورت اور انداز میں اسے حضور نبی اکرم ﷺ نے ادا فرمایا۔ جو شخص قیام وقعود، رکوع وسجود، انداز وترتیب اور حرکات وسکنات کو ملحوظ رکھے اور ان کی پابندی کرے، اسی شکل وصورت میں اسے ادا کرے تو اس کی نماز ادا ہوگی۔ کسی ایک رکن کا ترک یا ترتیبِ ارکان کی تبدیلی اس کی نماز باطل کردے گی اور وہ قبول نہیں ہوگی۔ روزہ بھی مقیّد بالوقت ہے اس لئے طلوعِ فجر سے لے کر غروب آفتاب کا وقت مقرر ہے۔ حج میں بھی وقت و ہیئت کی پابندی موجود ہے۔ ایام حج کے آگے پیچھے یہ فریضہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔

یہ تمام مثالیں اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ جو اعمال حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہیں ان میں وقت و ہیئت کی پابندی ضروری ہے کیونکہ یہ مخلوق کی سنت ہیں لیکن صلوٰۃ و سلام چونکہ سنتِ خالق ہے اور اس میں شکل اور حد بندی کا کوئی تعین نہیں اس لئے خالق نے اپنی سنت میں بھی تمام حدود و قیود اور پابندیوں کو اٹھا لیا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کو بے قید رکھتے ہوئے آزادی عطا فرمائی۔ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر پڑھنے میں کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اسی طرح زبان و ہیئت و وقت کی بھی کوئی قید نہیں، پنجابی، اردو، انگریزی، ہندی، عربی، فارسی، غرضیکہ ہر زبان میں بصورتِ نعت اور مدح و ثنا آنحضور ﷺ پر درود پڑھ سکتے ہیں، نماز کی طرح عربی زبان ضروری نہیں۔ نظم و نثر، کسی عبادت سے پہلے یا بعد میں، بلند آواز سے یا دھیمے لہجے میں، الگ الگ یا اجتماعی صورت میں، غرض جس لہجے اور انداز میں بھی پڑھا جائے جائز ہے۔ کسی نوع، وقت تقدیم و تاخیر کی کوئی پابندی نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ صلوٰۃ و سلام سنت الٰہیہ ہونے کے حوالے سے مطلق اور غیر مقید ہے اس لئے وقت و ہیئت یا قیام و قعود کی کوئی پابندی نہیں۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس سنت الٰہیہ کو اپنی رائے سے وقت اور ہیئت میں مقید ثابت کرے اور کہ فلاں وقت پڑھنا جائز ہے اور فلاں وقت نہیں بیٹھ کر پڑھنا جائز لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا ناجائز تصور کرے، اگر کوئی یہ قدغن لگا رہا ہے تو وہ سنت الٰہیہ کو مقیّد اور پابند کر رہا ہے اور خود کو ایک شارع کا درجہ دے رہا ہے جس کا بہر حال اسے کوئی حق نہیں۔

درود و سلام قطعی القبول عمل ہے

ایک انسان اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے جو نیک اعمال کرتا ہے یا عبادات کی شکل میں احکامِ خداوندی بجا لاتا ہے اور جوش و جذبے کے ساتھ بھلے کاموں میں سرگرم عمل رہتا ہے وہ اعمال و افعال خواہ کتنی نیک نیتی، خلوص و اتقاء اور للّٰہیت کے جذبے سے سرشار ہو کر کئے گئے ہوں پھر بھی اس کے قطعی القبول ہونے کے بارے

میں وثوق و یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہے یا نہیں اور اسے لازمی طور پر ان کا اجر ملے گا یا نہیں کیونکہ ایک کمزور و ناتواں مخلوق سے آدابِ بندگی ملحوظ رکھنے میں سہو بھی ہو سکتا ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کہاں کوتاہی یا کمی ہوگئی ہے۔ لہٰذا قبولیت کی بات صرف امید کی حد تک ہے اور انسان کے اعمال خواہ وہ صدقات و خیرات کی شکل میں ہوں یا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسی عبادات کی صورت میں، ظنی القبول ہوتے ہیں اور ان کے بارے میں صرف امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو جائیں گے۔

صلوٰۃ وسلام ایک ایسا محبوب و مقبول عمل ہے جس کے ظنی القبول ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو کسی صورت میں اور کسی مرحلے پر نہ صرف مردود بلکہ قطعی القبول ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضرور مقبول ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر پڑھنے والا فاسق و فاجر اور گناہوں میں لت پت ہو پھر بھی اس کا یہ عمل رد نہیں کیا جاتا اور اس کا درود و سلام قبول کر لیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایک خطا کار و گناہگار سے بھی صلوٰۃ و سلام قبول کرنے میں کیا حکمت ہے؟ جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام کے معانی پر غور کیا جائے تو کوئی ایک نعمت بھی ایسی نہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کو پہلے سے حاصل نہ ہوئی ہو اللہ کی رحمتیں ہر آن ان پر نازل ہوتی رہتی ہیں یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور اس کے ختم ہونے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ رہی قربِ خاص کی بات، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جو قربِ خاص اپنے محبوب کو معراج کی شب عطا کیا۔ اس پر ارشاد ربانی - ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾(۱) ’’دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا‘‘ - شاہد ہے۔ ایک شب کے قرب کا یہ عالم ہے تو جو قرب کی دولت آپ ﷺ کو مسلسل عطا کی جا رہی ہو اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ ذکر کی بلندی اور رفعت کا یہ عالم ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کو رفعت

---

(۱) النجم، ۵۳: ۹

ذکر کی وہ شان عطا کی جس کا کوئی انسان تصور بھی نہیں کرسکتا؟ فرمایا:

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ۝ (۱)

’’اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا ۝‘‘

گویا صلوٰۃ کے جتنے معانی ہیں وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو پہلے ہی حاصل ہیں۔ اس لئے ایک گنہگار بندہ جب بارگاہِ رب العزت میں درود پڑھتے ہوئے عرض گزار ہوتا ہے اور اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا، مال و اولاد کے لئے، بیماری وغیرہ سے شفا کے لئے دعا نہیں کرتا، اپنی کسی اور غرض کو بیچ میں نہیں ڈالتا بلکہ صرف محبوب ﷺ کے لئے صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے اور آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی درخواست کرتا ہے تو اس درود کے ساتھ مانگی ہوئی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

چونکہ دعا سے پہلے ہی اس پر عمل ہو رہا ہوتا ہے اس لئے گناہگار درود پڑھنے والے کی دعا قبول کرلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ درود وسلام قطعی القبول ہے اور اس کے رد و نامنظور ہونے کا امکان ہی نہیں۔

عبادت کو قطعی القبول بنانے کا طریقہ

عبادات جیسا کہ بتایا جاچکا ہے ظنی القبول ہیں مگر چونکہ عبادت گزار باقاعدہ اہتمام، تیاری، تگ و دو اور اپنی حیثیت کے مطابق جدو جہد کے بعد وقت نکال کر اور آرام ترک کرکے خاصی مشقت اٹھا کر عبادت کرتا ہے اور پر اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ہر عبادت قبول ہو اور اس کی یہ مشقت رائیگاں نہ جائے مگر اللہ بے نیاز ہے وہ اپنی بارگاہ میں نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) الم نشرح، ۹۴: ۴

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔(۱)

''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل (کے مدارج) کو بلند فرماتا ہے۔''

انسان طبعی طور پر اس کوشش میں ہوتا ہے کہ اس کے اعمال خامیوں کے باوجود کسی نہ کسی طرح قبول کرلئے جائیں، رحمت خداوندی نے اس سلسلے میں اسے بے یار و مددگار اور بے آسرا نہیں چھوڑا بلکہ اپنے لطف وکرم سے اسے ایک ایسا طریقہ عطا کیا ہے جس کی وساطت سے وہ باآسانی اپنے ظنی القبول اعمال کو قطعی القبول بنا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ہر عمل اور عبادت کے شروع اور آخر میں درود وسلام پڑھ لے۔

درود و سلام کی اسی بے پناہ فضیلت اور اَہمیت کا پتا ہمیں اس حدیث سے ملتا ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے عزیز ترین صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو کثرتِ درودو سلام کی تلقین فرمائی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہوں۔ میں کتنا وقت آپ پر درود کے لئے مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم پسند کرو۔ میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا آدھا وقت؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی وقت؟ فرمایا: اس میں بھی اضافہ کردو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں سارا وقت ہی درود وسلام میں خرچ کیا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَ يُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ۔(۲)

''تب تو تیرا ہر غم دور ہوگا اور تیرا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔''

---

(۱) فاطر، ۳۵: ۱۰

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القيامة، باب ما جاءَ فِي صفةِ أواني الحَوضِ، ۴: ۲۴۵، رقم: ۲۴۵۷

عملِ صلوٰۃ و سلام کی دیگر اعمال پر فوقیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل درجۂ محبت میں ہے اور باقی تمام اعمال پر محبت بہر طور فائق و برتر ہے۔ جبکہ دیگر عبادات جو اطاعت کی نمائندگی کرتی ہیں محبت سے کم تر درجے میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شب و روز ہمہ وقت اطاعت میں منہمک رہنے والے پاکباز بندے بھی عجز عبادت کی بلندیوں کو چھو لینے کے بعد بھی بصد عجز و نیاز یہی کہتے ہیں:

مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ۔(۱)

”تیری عبادت کرنے کا جو حق تھا وہ ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔“

جب اللہ کے انتہائی مقرب اور پاکباز بندوں کا یہ حال ہے تو عام لوگ کس قطار وشمار میں ہیں؟ لیکن محبت ایک ایسی اکسیر ہے جو مسِ خام کو کندن بنا دیتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مَتَی السَّاعَةُ؟

”یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا:

وَمَا ذَا أَعْدَدْتَ لَهَا۔

”تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟“

اس نے عرض کیا:

لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

”کچھ نہیں مگر یہ کہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔“

---

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۸۴، رقم: ۱۷۵۱

حضور نبی اکرم ﷺ نے جواباً فرمایا:

أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔(۱)

’’تجھے اسی کی معیت نصیب ہوگی جس سے تجھے محبت ہے۔‘‘

صاف ظاہر ہے کہ مذکورہ صحابیٔ رسول ﷺ نے اپنے اعمال کی کمی اور کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اطاعت وعبادات کا توشہ میرے پاس بہت کم ہے۔ وہ بزعم خویش یہ سمجھا کہ کلی نجات و بخش کا دار و مدار صرف اعمال و اطاعت پر ہے اس نے اطاعت کو بہت اہمیت بلکہ محبت پر فوقیت دی اور کہا کہ عبادت کی کمی کے باوجود میں محبت سے ضرور بہرہ ور ہوں اور میرے دل میں خدا اور رسول ﷺ بسے ہوئے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی غلط فہمی دور فرما دی اور یہ بات واضح کر دی کہ محبت اطاعت کی کمی پوری کر دیتی ہے اس لیے اس محبت کی وجہ سے تمہاری ہر قسم کی خامیوں کی تلافی ہوجائے گی اور اس محبوب تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاؤ گے جس کے تم فکر مند اور بے قرار ہو اور سمجھتے ہو کہ اطاعت ہی قرب و وصالِ حق کا ذریعہ ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں موجود جواب اور اس کی تفصیلات اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ محبت ہر کمی کا علاج ہے اور ہر خامی کا مداوا ہے، یہ نہ صرف اطاعت کی خامی کا ازالہ کرتی ہے بلکہ اس کی قبولیت اور پذیرائی کو بھی حتمی اور یقینی بنا دیتی ہے۔

آیتِ صلوٰۃ کے اَہم تفسیری نکات

درود و سلام وہ عبادت ہے جس کو فنا نہیں بلکہ بقا اور دوام ہے۔ اس حقیقت کو

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب مَنَاقِبُ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رضی الله عنه، ۳: ۱۳۴۹، رقم: ۳۴۸۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من أحب، ۴: ۲۰۳۲، رقم: ۲۶۳۹

درج ذیل آیت کریمہ کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○(۱)

''بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرمّ ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ○''

۱۔ درود وسلام دائمی عمل ہے

علم النحو کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس آیت کریمہ میں جملہ اسمیہ ہے، جملہ فعلیہ نہیں۔ دونوں جملوں کا نحوی تعریفات کی روشنی میں تقابلی جائزہ لیا جائے تو درود وسلام کا دائمی ہونا بڑی حد تک ثابت ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کا فرق واضح کرتے ہیں۔

جملہ فعلیہ اور اِسمیہ میں فرق

جملہ فعلیہ کسی نہ کسی زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ زمانے تین ہیں: جو گزر گیا وہ ماضی ہے، جو موجود ہے وہ حال ہے اور جو ابھی آئے گا وہ مستقبل ہے۔ ان تینوں زمانوں میں فعل کسی نہ کسی زمانے پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ مثلاً عربی زبان میں فعل مضارع، حال اور مستقبل دونوں زمانوں پر دلالت کرتا ہے اور اگر فعل ماضی ہو تو وہ صرف زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے۔ حال اور مستقبل اس کے معنوی دائرے سے باہر ہوتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ فعل خواہ کسی شکل میں ہو کوئی نہ کوئی زمانہ ضرور اس کے دائرہ سے باہر ہوتا ہے۔ زمانہ ایک عارضی شے ہے ابدی اور مستقل نہیں کہ ہر فعل اس کے مفہوم

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۵۶

ومعنی کے دائرے میں آ سکے۔ فرض کریں اگر فعل ماضی تھا تو وہ گزر گیا اب موجود نہیں اور اگر وہ حال و مستقبل ہے تو اب ہے اور مستقبل میں ہوگا لیکن ماضی میں نہ تھا۔ گویا فعل یا گزر جاتا ہے یا اسے بعد میں آنا ہوتا ہے اسے دوام ثبت اور قرار حاصل نہیں ہوتا۔

جملہ فعلیہ کے برعکس جملہ اسمیہ کسی زمانے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام زمانوں پر حاوی ہوتا ہے اور زمانہ ماضی اور ہر صورت میں زمانۂ حال و مستقبل کے ساتھ اس کا تعلق یکساں طور پر قائم ہوتا ہے۔ اس لئے جب عارضی شان والا فعل بھی اس میں استعمال ہوتا ہے اور جملہ اسمیہ کا جزو بنتا ہے تو اس کے اندر بھی شان دوامیّت پیدا ہوجاتی ہے اور اسم کے ساتھ مل کر تینوں زمانوں کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہوجاتا ہے اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ کوئی زمانہ بھی اس سے مراد لیا جاسکے۔ اس کے عارضی اور ناپائیدار ہونے کا سوال ہی نہیں کہ وہ پائیدار کے ساتھ مل کر خود بھی پائیدار اور ہر زمانے کے ساتھ دائمی تعلق قائم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے گویا جملہ اسمیہ ایک مؤثر عامل ہے جو فعل کے نقصان اور عارضی پن کو اپنے جوہر کے اثر سے فنا کر دیتا ہے جملہ اسمیہ کا یہی وہ خاص پہلو ہے کہ حق تعالیٰ نے درود وسلام کا حکم دیتے وقت اسے اختیار فرمایا ہے۔

جملہ اسمیہ کے استعمال سے یہ حقیقت کبریٰ واضح کرنا مقصود ہے کہ لوگو! قدرتِ خداوندی سے کئی افعال صادر ہوتے ہیں مثلاً کوئی فعل زمانہ ماضی میں سرزد ہوا، اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ کوئی اب حال میں صادر ہو رہا ہے پہلے اس کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا وہ فعل جو حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام سے متعلق ہے وہ جب سے زمانہ بنا ہے، اللہ تعالیٰ اس وقت سے اپنے نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیج رہا ہے اور جب تک زمانہ رہے گا تب تک صلوٰۃ بھیجتا رہے گا۔ یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر صلوٰۃ بھیجنا نہ صرف زمانہ ماضی کے ساتھ خاص تھا نہ زمانہ حال کے ساتھ خاص ہے اور نہ مستقبل کے ساتھ خاص ہوگا بلکہ یہ وہ فعل ہے جو وقت کی پہلی اکائی سے شروع ہو کر آخری اکائی کے بعد تک جاری رہے گا۔ یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس میں کبھی بھی انقطاع نہ آیا اور نہ آئے گا۔

۲۔ لفظِ صلوٰۃ میں قرب و وصال کا معنی

یُصَلُّوْنَ کا لفظ صلوٰۃ سے نکلا ہے۔اس کا مادۂ اشتقاق ''ص ل وْ'' یا ''ص ل ی'' ہے۔اس مادہ کی ایک خاص خوبی یا حیرت انگیز علمی کمال یہ ہے کہ یہ مادہ اسی ترتیب کے ساتھ بلکہ کہیں بدلی ہوئی ترتیب کے ساتھ بھی کسی جگہ پایا جائے تو اس میں اجتماع و انضمام اور میل ملاپ کا معنی ضرور موجود ہوتا ہے۔ جیسے لفظ ''صلٰی'' میں اصل مادہ کے حروف موجود ہیں۔ اس کے معانی آگ تاپنا، ہاتھ سینکنا اور ساتھی ہونا کے ہیں۔(۱)

قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○(۲)

''عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا ○''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ○(۳)

''دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے ○''

ذیل میں لفظ ''صلوٰۃ'' کے مادے کی بدلی ہوئی ترتیب چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں:

صَالَ کا معنی ہے حملہ کرنا جیسے بلی، شیر یا کوئی بھی جانور شکار کے لیے جسم کو سکیڑ لیتا ہے اور قوت مجتمع کر کے حملہ آور ہوتا ہے۔(۴)

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴:۴۶۸

(۲) اللّھب، ۱۱۱:۳

(۳) الغاشیۃ، ۸۸:۴

(۴) إبراہیم انیس، المعجم الوسیط، ۱: ۵۲۹

مِصْوَلَۃٌ جھاڑو کو کہتے ہیں۔ (۱)

اور کھلیان کے ارد گرد بکھرے ہوئے اناج کو جمع کرنے اور ڈھیر کے قریب لانے کو **تصویل** کہتے ہیں۔ (۲)

غرض ہر صورت میں جمع و انضمام کے معنی لفظ صلوٰۃ میں موجود ہیں۔ اسی طرح **لِوَاصٌ** بھی اسی مادے کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ لواص فالودہ کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں شربت، کھویا، برف، نشاستہ کے لچھے اور گلاب یا روح کیوڑہ کو جمع کیا جاتا ہے۔ شہد کو بھی لواص ہی کہتے ہیں کیونکہ اسے بھی چھتے میں جمع کیا جاتا ہے۔ (۳) وصل اس مادے کی آخری ممکنہ صورت ہے جس کا معنی ہے کسی سے اس کے پاس پہنچ کر ملنا اور وصیلہ اس اونٹنی یا بکری کو کہتے ہیں جو ہر بار جڑواں بچے دے۔ (۴)

ہم نے دیکھا کہ یہ مادہ جس شکل میں بھی موجود ہو اس میں میل ملاپ کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔ صلوٰۃ کو اگر نماز کے معنی میں لیں تو یہ معنی وہاں بھی اپنی بہترین اور حسین ترین صورت میں کارفرما نظر آتا ہے کیونکہ نمازی مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور نماز میں خشوع و خضوع کے ذریعے جمعیتِ خاطر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ نماز بہت سی برکات کی جامع ہے۔ اگر صلوٰۃ کو دعا کے معنی میں لیں تو جمع کے معنی سے یہ صورت بھی خالی نہیں کہ دعا میں انسان دین و دنیا کی ظاہری و باطنی تمام نعمتوں کو سمیٹنا چاہتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۳۸۸
۲۔ إبراهيم أنيس، المعجم الوسيط، ۱: ۵۲۹

(۲) ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، ۱: ۵۲۹

(۳) ابن منظور، لسان العرب، ۷: ۸۸

(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۳۸۲

۳۔ ہر لمحہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قرب و وصالِ حق میں اضافہ

مذکورہ بالا لغوی تحقیق کی روشنی میں لفظِ صلوٰۃ کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو ہر لمحہ اپنا قرب و وصال عطا فرما رہا ہے، کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں مزید قرب کی منزلیں طے نہ ہوتی ہوں۔ شبِ معراج اس نے اپنے محبوب کو جلوۂ حق دکھایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی○ (۱)

’’پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیا○ پھر (جلوۂ حق اور حبیبِ مکرّم ﷺ میں صِرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہوگیا)○‘‘

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو وہ قرب عطا کیا جس کی دنیائے عشق و محبت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وصل اور قرب کے اس حسین تسلسل میں مداومت ہے یہ اب بھی جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ اس لیے قرب کی یہ منزلیں اسی طرح بدستور طے ہوتی رہیں گی۔

صلوٰۃ و سلام کے پسندیدہ کلمات

درج ذیل احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ خود حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ و سلام کا طریقہ سکھا دیا تھا:

۱۔ حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے: جب حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! آپ کی خدمت میں سلام بھیجنے کی فضیلت تو ہمیں معلوم ہے لیکن ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں؟

(۱) النجم، ۵۳: ۸، ۹

آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ (۱)

''اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جیسے تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ ﷺ کی آل پر بیشک تو بہت تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت دے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور آلِ محمد ﷺ کو جیسے تو نے برکت دی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی آل کو بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔''

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! آپ پر سلام تو بھیجتے ہیں لیکن ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيمَ۔ (۲)

''اے اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیج جو تیرے بندے اور رسول ہیں

---

(۱) بخاری، الصّحيح، كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبي ﷺ، ۵: ۲۳۳۸، رقم: ۵۹۹۶

(۲) بخاری، الصّحيح، كتاب الدّعوات، باب الصّلاة على النّبي ﷺ، ۵: ۲۳۳۹، رقم: ۵۹۹۷

جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور برکت نازل فرما حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی۔‘‘

اس درود وسلام کے بھیجنے میں فعل اور فاعل کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے درج ذیل دو اسباب ہیں:

۱۔ پہلا سبب یہ ہے کہ اگر فعل و فاعل کا ذکر ہو تو پھر یہ ہماری طرف سے ہوگا مگر رب ذوالجلال کا منشاء یہ ہے کہ درود وسلام ہر ایک کا قبول ہو جائے۔ اگر فعل اور فاعل دونوں مذکور ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ اس بارگاہ کے لائق ہے اور اچھا ہے اس کا قبول ہو جائے اور جو نالائق ہے اور بُرا ہے اس کا رد ہو جائے۔

۲۔ درود وسلام میں فعل اور فاعل کے ذکر نہ کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ فعل و فاعل سب عارضی ہیں جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا دائمی عمل ہے۔ فعل تین ہیں۔ ماضی، حال یا مستقبل، جب فعل حال ہو تو ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا اور مستقبل کے آنے سے ماضی اور حال کا وجود ختم ہو جاتا ہے تو گویا فعل کوئی بھی ایسا نہیں جو بیک وقت ماضی حال اور مستقبل سب زمانوں پر حاوی ہو۔ فعل زمانے کے ساتھ خاص ہے اور زمانے کو فنا ہے، درود وسلام وہ عبادت ہے جس کو فنا نہیں بلکہ بقا اور دوام ہے۔ اس لئے درود وسلام میں فعل کو داخل ہی نہیں کیا۔ مثلاً: زید پانی پی رہا ہے تو یہ فعل اس وقت کو حاوی ہے جب تک پانی پینے کا عمل جاری ہے لیکن یہ ایک ایسی کیفیت ہے کہ نہ یہ ایک لمحہ قبل فعل تھا نہ ایک لمحہ بعد فعل ہوگا۔ جو بھی فعل استعمال میں لے آئیں وہ ماضی، حال یا مستقبل ہوگا مگر اسے دوام حاصل نہیں ہوگا کیونکہ ہر فعل زمانے کا پابند ہے اور زمانے کو فنا ہے اس لئے ہر فعل بھی فنا کی زد میں ہے۔

ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل محفلِ درود وسلام

درود وسلام کے دائمی ہونے کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ انور پر ہر روز ستر (۷۰) ہزار فرشتے فجر کے وقت آتے ہیں، وہ رات کو واپس چلے جاتے ہیں، پھر اگلے ستر ہزار فرشتے رات کو آتے ہیں اور نماز فجر میں شرکت کے بعد واپس لوٹ جاتے ہیں۔ یہ ملائکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کا طواف کرتے ہیں، برکت اور نور کے حصول کے لئے اپنے پروں کو روضۂ انور سے مس کرتے ہیں اور بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں اجتماعی طور پر درود وسلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ امام ابن المبارک علیہ الرحمۃ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ما من فجر يطلع إلا هبط سبعون ألف ملک يضربون القبر بأجنحتهم و يحفون به فيستغفرون له، و أحسبه قال: و يصلون عليه حتى يمسوا فإذا أمسوا عرجوا و هبط سبعون ألف ملک، يضربون القبر بأجنحتهم و يحفون به و يستغفرون له، و أحسبه قال: و يصلون عليه حتى يصبحوا، و كذالک حتى تكون الساعة، فإذا كان يوم القيامة خرج النبی ﷺ فی سبعين ألف ملک۔ (۱)

”ہر روز صبح سویرے ستر ہزار ملائکہ (آسمان سے زمین پر) اُترتے ہیں، وہ اپنے پَر (تبرکاً آپ ﷺ کی) قبرِ انور سے مس کرتے، اُسے ڈھانپ لیتے ہیں اور آپ ﷺ (کی اُمت) کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہنا چاہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ اُنہیں (اِسی حالت میں) شام ہوجاتی ہے۔ جب شام ہوتی ہے تو وہ (آسمان

(۱) ابن مبارک، الزهد: ۵۵۸، رقم: ۱۶۰۰

کی طرف) لوٹ جاتے ہیں پھر (اُسی طرح دوسرے) ستر ہزار ملائکہ اُترتے ہیں، جو اپنے پَر (تبرکاً آپ ﷺ کی) قبرِ انور سے مس کرتے، اُسے ڈھانپ لیتے ہیں، اور آپ ﷺ کے لئے بلندئ درجات کی دُعا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ (اِسی حالت میں) صبح کرتے ہیں اور اِسی طرح قیامت تک (ملائکہ کی جماعتوں کا یہ سلسلہ) جاری رہے گا، پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو حضور نبی اکرم ﷺ ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں (قبرِ انور سے) باہر تشریف لائیں گے۔"

حرمِ کعبہ ایسی جگہ ہے جہاں چوبیس گھنٹے عبادت ہوتی ہے۔ ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا جس میں لوگ طوافِ کعبہ، اِستغفار، تلاوت، نوافل اور درود و سلام جیسی عبادات میں مشغول نہ ہوں۔اس جگہ عبادت کا یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ یہ چیز اس ایک جگہ کے ساتھ خاص ہے ورنہ پوری کائنات میں کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں جس میں اللہ کا ذکر، تسبیح اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا عمل جاری نہ ہو۔ حرم کعبہ کے دروازے چوبیس گھنٹے انسانوں کیلئے کھلے رہتے ہیں مگر روضہ رسول ﷺ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ بات غیرتِ خداوندی کو گوارا نہیں کہ اس کے گھر میں تو ہر لمحہ عبادت کا عمل جاری رہے اور اس کے محبوب کے روضۂ انور پر عبادت کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں "ملائکتہ" کا معنی ہے کہ تمام فرشتے درود پڑھتے ہیں۔ ملائکۃ "مَلَکٌ" کی جمع ہے اور ہٗ ضمیر اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فرشتوں کی کوئی مختصر سی یا خاص جماعت درود و سلام پڑھنے میں مصروف نہیں بلکہ تمام فرشتے اجتماعی صورت میں درود و سلام پڑھنے میں ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں اور ربِ کائنات نے ایک لاکھ چالیس ہزار ملائکہ چوبیس گھنٹے کیلئے متعین کر کے یہ اہتمام فرما دیا کہ دروازے بند ہوں یا کھلے، انسان اندر رہیں یا نہ رہیں مگر ستر

ہزار ملائکہ محفل کی شکل میں ہر لمحہ میرے محبوب ﷺ پر درود و سلام میں مصروف رہیں۔ اس طرح یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ درود و سلام کا سلسلہ وقت کی کسی ساعت میں کبھی منقطع نہ ہونے پائے۔

درود و سلام عبادت کا صلہ ہے

نماز سب عبادتوں کی معراج اور افضل العبادات ہے۔ یہ بات توجہ طلب ہے کہ ہر عبادت میں توجہ خاص اللہ کی طرف مرکوز ہوتی ہے مگر درود و سلام جو تمام عبادات کا مغز ہے اس میں توجہ کا ارتکاز إلی الرّسول ہوتا ہے۔ تمام رکعات کی ادائیگی کے بعد جب عبادت کی تکمیل ہو جاتی ہے تو صرف نماز سے نکلنا باقی رہ جاتا ہے۔

دنیوی قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک مزدور اپنا کام مکمل کر لیتا ہے تو وہ انتظار کرتا ہے کہ مالک اسے کیا مزدوری دیتا ہے؟ ایک شخص نوکری کرتا ہے تو مہینے کے آخر پر اسے تنخواہ کا انتظار ہوتا ہے، ایک طالب علم دن رات محنت کر کے امتحان سے فارغ ہو کر نتیجے کا منتظر رہتا ہے۔ اسی طرح جب نماز کے عروج پر مزدوری لینے کا وقت آتا ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ پر درود سلام پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ حکمِ خداوندی کی تعمیل میں دورانِ نماز حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ نقطہ غور طلب ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ ایک لمحہ بھی توجہ اللہ سے ہٹ جائے تو ٹوٹ جاتی ہے، مثلاً: اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اسی دوران کوئی بزرگ سلام کہہ دے اور وہ جواب میں دورانِ نماز ہی اس شخصیت کے ادب و احترام کے باعث وعلیکم السّلام کہہ دے تو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ غیرت خداوندی کو گوارا نہیں کہ دوران عبادت دھیان کسی غیر کی طرف ہو جائے لیکن جب نماز ختم کرنی ہو تو صرف چہرہ دائیں بائیں ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اسے خروج عن الصلوٰۃ کہتے ہیں۔ یہ نماز توڑنے یعنی ختم کرنے کا مسنون طریقہ ہے۔ یہاں واضح رہے کہ جو اللہ تعالیٰ دورانِ نماز چہرہ دائیں بائیں نہیں ہونے دیتا وہ دھیان کیسے ادھر ادھر ہونے دے گا، ایک طرف اس کی غیرتِ توحید کا یہ عالم ہے کہ دورانِ نماز کسی کے

سلام کا جواب دینے، کسی کی طرف توجہ اور دھیان کرنے کی اجازت نہیں دیتا جبکہ دوسری طرف نماز عروج پر پہنچتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اب دھیان میرے مصطفیٰ ﷺ کی طرف کر کے درود و سلام پڑھو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو کہا کرتے اللہ پر سلام، اس کے بندوں میں سے فلاں فلاں پر سلام، تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یوں نہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے بلکہ یوں کہا کرو:

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ، فَإِنَّکُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ کُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ، أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ (۱)

''تمام زبانی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں نیز سب بدنی اور مالی بھی۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، جب یوں کہو گے تو اللہ کے ہر بندے کو سلام پہنچ جائے گا۔ خواہ وہ آسمان میں ہو یا آسمان و زمین کے درمیان اور کہو میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دورانِ نماز دھیان بھی حضور نبی

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب صفة الصّلاة، باب مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ، ۱:۲۸۷، رقم: ۸۰۰

اکرم ﷺ کی طرف کروا دیا اور سلام بھی کروا دیا۔ یہی نہیں بلکہ کلمہ شہادت کے بعد فرمایا: اب میرے حبیب محمد ﷺ پر درود بھی پڑھو اور ان کی آل پر بھی پڑھو۔

الغرض درود و سلام وہ تحفہ ہے جسے رب ذوالجلال نے نماز کی طشتری میں خوبصورت پھلوں کی مانند سجا کے رکھا ہے جسے وہ نمازی کو عبادت کے صلہ میں عطا فرماتا ہے۔

فضائل و برکاتِ درود وسلام

درود و سلام اللہ تعالیٰ کی ان با برکت نعمتوں میں سے ہے جو اپنے دامن میں بے پناہ فیوض و برکات سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ ایسی لازوال دولت ہے کہ جسے مل جائے اس کے دین و دنیا سنور جاتے ہیں۔ درود و سلام محبوبِ خدا کی تعریف، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خزانہ، گناہوں کا کفارہ، بلندیِ درجات کا زینہ، قربِ خداوندی کا آئینہ، خیر و برکت کا سفینہ ہے۔ مجلس کی زینت، تنگ دستی کا علاج، جنت میں لے جانے والا عمل، دل کی طہارت، بلاؤں کا تریاق، روح کی مسرت، روحانی پریشانیوں کا علاج، غربت و افلاس کا حل، دوزخ سے نجات کا ذریعہ اور شفاعت کی کنجی ہے۔

احادیث مبارکہ میں درود و سلام کے بے شمار فضائل و برکات کا ذکر ملتا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ درود وسلام قربِ مصطفیٰ ﷺ کا ذریعہ ہے

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت و محبت جزوِ ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ درود و سلام پڑھنا و محبتِ رسول ﷺ کی دلیل ہے۔ کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو روزِ قیامت قربِ رسول ﷺ کی نعمت سے فیض یاب کیا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَوْلَى النَّاسِ بِي يَومَ القِيَامَةَ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً۔[۱]

”قیامت کے روز لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو اس دنیا میں کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے۔“

۲۔ درود وسلام روحانی وجسمانی پاکیزگی کا باعث ہے

درود وسلام وہ پاکیزہ عمل ہے جو انسان کے تن اور من کو ہر قسم کی آلائشوں، کثافتوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صلّوا عليّ فإنّ الصّلاة عليّ زكاةٌ لّكم۔[۲]

”مجھ پر درود پڑھا کرو۔ بلا شبہ مجھ پر (تمہارا) درود پڑھنا تمہارے لئے (روحانی وجسمانی) پاکیزگی کا باعث ہے۔“

۳۔ درود وسلام شرفِ زیارت مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ ہے

درود وسلام کی سب سے بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ کثرت سے درود وسلام پڑھنے والے کو خواب یا حالتِ بیداری میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ زیارت النبی ﷺ بہت بڑی سعادت ہے جو ہر ایک کو میسر نہیں آتی بلکہ خال خال ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے، یہ صرف ان لوگوں کو میسر آتی ہے جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ

(۱) ترمذی، الجامع الصّحيح، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصّلاة على النّبي ﷺ، ۱: ۴۹۵، رقم: ۴۸۴

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۲۵۳، رقم: ۸۷۰۴

۲۔ أبو يعلي، المسند، ۱۱: ۲۹۸، رقم: ۶۴۱۴

کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت و محبت ہو اور جو خلوص و محبت کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے اسے آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مومن جمعہ کی رات دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ۲۵ مرتبہ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدُ** سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھے، پھر ہزار مرتبہ یہ درود پڑھے **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِ** تو آنے والے جمعہ سے پہلے خواب میں میری زیارت کرے گا۔ جو میری زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔''(۱)

۴۔ درود و سلام نزول رحمتِ خداوندی کا باعث ہے

درود و سلام کا ورد رحمتِ خداوندی کا خزانہ ہے۔ جو شخص خلوص دل سے درود و سلام کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرماتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم اس کے محبوب کی صرف تھوڑی سی تعریف کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی رحمتوں کے خزانے سے مالا مال کر دیتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔(۲)

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل

---

(۱) طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۷۳، رقم: ۶۱۱۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب الصّلوٰة علی النّبی ﷺ بعد التشهّد، ۱: ۳۰۶، رقم: ۴۰۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصّحیح، أبواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصّلاة علی النّبيّ ﷺ، ۱: ۴۹۶، رقم: ۴۸۵

فرمائے گا۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔‘‘(۱)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) منافقت اور آگ (دونوں) سے آزادی لکھ دیتا ہے اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے ساتھ ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔(۲)

۴۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو درود بھیجنے کی مدت تک فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اب بندہ کی مرضی ہے چاہے کم بھیجے یا زیادہ۔‘‘(۳)

۵۔ درود و سلام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اس کی رحمت بندوں کی بخشش کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا بھی انہی بخشش کے بہانوں میں سے ایک ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی

(۱) ا۔ نسائی، السنن، کتاب السّهو، باب الفضل في الصّلاة على النّبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳: ۳۵، رقم: ۱۲۹۷

(۲) ا۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۱۱۵، رقم: ۷۲۳۱

(۳) ابن ماجة، السنن، كتاب إقامة الصّلاة والسنّة فيها، باب الصَّلاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱: ۲۹۰، رقم: ۹۰۷

اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب (اللہ تعالیٰ کے لئے) محبت رکھنے والے دو بندے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے سے پہلے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''(۱)

٦۔ درود وسلام دنیا کے غموں کا مداوا ہے

درود و سلام دنیا کے دکھوں اور غموں کا علاج ہے۔ دنیا میں دکھ اور سکھ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مگر بعض اوقات دکھ اور غم انسان کو اس حد تک گھیر لیتے ہیں کہ زندگی کے دن گزارنا مشکل ہو جاتے ہیں یعنی قدم قدم پر کوئی نہ کوئی رکاوٹ اور مصیبت سر اٹھا لیتی ہے جو بے سکونی اور رنج والم کا باعث بنتی ہے۔ ایسے حالات میں غموں سے چھٹکارا پانے کیلئے درود و سلام بہت مؤثر اور اکسیر نسخہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہوں۔ میں اپنی دعا کا کتنا حصہ آپ پر درود کے لئے مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم پسند کرو۔ میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا آدھا حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی؟ فرمایا: اس میں بھی اضافہ کر دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی ساری دعا (کا وقت) آپ پر درود کے لئے وقف کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إذا تُکْفی هَمَّکَ، وَيُغْفَرُ لَکَ ذَنْبُکَ۔(۲)

''تب تو تیرا ہر غم دور ہو گا اور ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔''

---

(۱) أبو يعلی، المسند، ۵: ۳۰۴، رقم: ۲۹۶۰

(۲) ترمذی، الجامع الصّحيح، أبواب صفة القيامة، باب مَا جاءَ فِي صفةِ أواني الحَوْضِ، ۴: ۲۴۵، رقم: ۲۴۵۷

۷۔ درود و سلام قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں اور التجاؤں کو سنتا ہے اور انہیں شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ دعا کی قبولیت کا امکان اس وقت بڑھ جاتا ہے جب اس میں اللہ ﷻ کی حمد و ثنا کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ پر درد و سلام بھی شامل کر لیا جائے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے۔ جب میں نماز پڑھ کر بیٹھ گیا تو پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَلْ تُعْطَهُ، سَلْ تُعْطَهُ۔ (۱)

’’مانگ تجھے عطا کیا جائے گا، مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔‘‘

۲۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا، اس نے نماز ادا کی اور کہا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرلِي وَارْحَمْنِي اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نمازی تو نے عجلت سے کام لیا۔ جب تو نماز پڑھ چکا تھا تو بیٹھ کر (پہلے) اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا، پھر مجھ پر درود بھیجتا اور دعا مانگتا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد ایک اور شخص نے نماز پڑھی پھر اس نے اللہ کی حمد بیان کی اور اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب السفر، باب ما ذُكِرَ فِي الثَّنَاءِ على الله والصلاة على النبي ﷺ، ۱: ۵۸۸، رقم: ۵۹۳

أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ۔[1]

''اے نمازی! دعا کرتمہاری دعا قبول ہوگی۔''

۸۔ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کا خود درود بھیجنا

اللہ تعالیٰ اپنے بعض درود پڑھنے والے بندوں پر اپنی شان کے مطابق درود بھیجتا ہے، ان پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس عمل میں اس کے فرشتے بھی شریک ہوتے ہیں ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا○[2]

''وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے○''

درود و سلام پڑھنے کی برکت کا اندازہ اس بات سے ہو رہا ہے کہ اللہ ربّ العزت درود پڑھنے والے پر خود درود بھیجتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے:

مَنْ صَلَّی عَلَيْکَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْکَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔[3]

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب جامعِ الدَّعواتِ عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۵: ۶۶۳، رقم: ۳۴۷۶

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۴۳

(۳) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۷۳۵، رقم: ۲۰۱۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۹۳، رقم: ۱۶۶۲

’’جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے میں اس پر درود پڑھتا ہوں اور جو کوئی آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔‘‘

درود و سلام کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ درود پڑھتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرص فرماتے ہیں:

مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً۔(۱)

’’جو کوئی حضور نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ درود (بصورتِ رحمت) بھیجتے ہیں۔‘‘

۹۔ یومِ جمعہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرتِ درود و سلام کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس دن اور رات میں درود و سلام پڑھنے سے متعلق کثرت کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔

۱۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں سب بیہوش ہوں گے۔ پس اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! اس وقت بھلا ہمارا درود پڑھنا کس طرح پیش ہوگا جبکہ آپ رحلت

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۸، رقم: ۶۷۵۴

فرما چکے ہوں گے؟ یعنی مٹی (میں دفن) ہو چکے ہوں گے آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے۔‘‘(۱)

۲۔ حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أكثروا علي الصلاةَ في يومِ الجمعة فإنّه ليس أحد يصلي علي يومَ الجمعة إلّا عُرضت عليّ صلاته۔ (۲)

’’مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو پس جو کوئی جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أكثر و اعليّ من الصلاة في كل يوم جمعة فإن صلاة أمتي تعرض عليّ في كل يوم جمعة فمن كان أكثرهم عليّ صلاةً كان أقربهم منّي منزلةً۔ (۳)

’’جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ ہر جمعہ کو امت کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو درود خوانی میں بڑھا ہوا ہوگا وہی درجہ میں مجھ سے قریب تر ہوگا۔‘‘

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

---

(۱) ابن ماجة، السنن، كتاب الجنائز، باب ذِكْرِ وَفَاتِهِ وَدَفْنِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲: ۳۰۴، رقم: ۱۶۳۶

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۴۵۷، رقم: ۳۵۷۷

۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۱۱۰، رقم: ۳۰۳۰

(۳) بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۱۱۰، رقم: ۳۰۳۲

سامنے کھڑا تھا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جمعہ کے روز جو شخص مجھ پر اسی (۸۰) مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ پر کیسے درود بھیجا جائے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہو کہ اے اللہ! درود بھیج محمد اپنے بندے، رسول اور نبی امی پر، اور یہ (اسی مرتبہ درود کا بھیجنا) ایک ہی مجلس میں مکمل کرے۔‘‘(۱)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الصّلاةُ عَلَيَّ نورٌعلى الصّراط فمن صلّى عَلَيَّ يومَ الجمعة ثمانين مرّةً، غفرت له ذنوب ثمانين عاماً۔(۲)

’’مجھ پر درود بھیجنا، یہ پل صراط کا نور ہے جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسّی (۸۰) مرتبہ درود بھیجتا ہے اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔‘‘

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أكثروا عليّ الصلاة في يوم الجمعة وليلة (الجمعة) فمن فعل ذلک كنت له شهيدًا و شافعًا يوم القيامة۔(۳)

’’مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعرات کی رات کو کثرت سے درود بھیجا کرو پس جو کوئی یہ عمل کرتا ہے میں روزِ قیامت اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔‘‘

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۴۸۹، رقم: ۷۳۲۶

(۲) دیلمی، الفردوس بمأ ثور الخطاب، ۲: ۴۰۸، رقم: ۳۸۱۴

(۳) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۰، ۱۱۱، رقم: ۳۰۳۳

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ جمعہ کے دن درود وسلام کی کثرت بہت سی دنیوی واخروی نعمتوں اور برکتوں کے حصول کا باعث ہے۔

۱۰۔ اذان کے بعد درود وسلام پڑھنے کی فضیلت

اذان کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والے کو بے شمار فیوض و برکات نصیب ہوتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ: ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ. فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا. ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ۔[1]

”جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے جنت میں 'وسیلہ' کی دعا مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص ”میں“ ہوں گا اور جو شخص میرے لئے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ حِينَ يُنَادِي الْمُنَادِي اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الصّلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ ثم یصلی علی النبي ﷺ ثم یسأل اللہ لہ الوسیلۃ، ۱: ۲۸۸۔ ۲۸۹، رقم: ۳۸۴

وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَارْضَ عَنْهُ رِضًا (لَاسُخْطَ بَعْدَهُ، اسْتَجَابَ اللهُ لَهُ دَعْوَتَهُ۔ (۱)

''جس نے اذان سنتے وقت یہ کہا اے میرے اللہ! اے دعوت کامل اور نفع دینے والی نماز کے رب، تو حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور میرے ساتھ اس طرح راضی ہو جا کہ اسکے بعد تو (مجھ سے) ناراض نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔''

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب اذان سنتے تو یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''اے میرے رب! اے اس دعوت کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب تو حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور قیامت کے روز انہیں انکا اجر عطاء فرما اور حضور نبی اکرم ﷺ یہ کلمات اونچی آواز میں کہتے تاکہ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کو سنا سکیں اور ان پر بھی واجب ہو کہ جب مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنیں تو اس طرح کہیں جس طرح وہ کہتا ہے پھر راوی کہتے ہیں کہ جب کسی نے مؤذن کی اذان سن کر اس طرح کہا تو قیامت کے روز اس پر حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔''(۲)

۱۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار آپ ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے سے کیا جاتا ہے۔ یہ آپ ﷺ سے عشق و محبت اور عقیدت کی علامت ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ازبس ضروری ہے کہ جب بھی حضور نبی اکرم ﷺ کا

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۷، رقم: ۱۴۶۷۴

(۲) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۳۳۳

اسمِ گرامی سنے تو دل و زبان سے تعظیم بجا لائے کیونکہ آپ ﷺ کے نام کی برکت سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ اس عمل سے بہت سے انعامات الٰہیہ بھی حاصل ہوتے ہیں۔ روایات سے ثابت ہے کہ یہ عمل سیدنا آدم علیہ السلام کی سنت ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کا بھی یہی معمول تھا۔ آج بھی اس پر عمل اسی اتباعِ سنت کا آئینہ دار ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں ایسا عمل کرنے والا محبوب ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا اسمِ مبارک سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا قطعی طور پر جائز ہے اور اس کے جواز پر ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک اقوال و افعالِ علماء سلف موجود ہیں:

(۱) ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کا عمل

تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارکہ میں ہے:

’’حضرت آدم علیہ السلام کو سید کائنات ﷺ سے ملاقات کا شوق ہوا جبکہ وہ جنت میں تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انکی طرف وحی فرمائی کہ نبی آخر الزمان ﷺ آپکی پشت میں سے ہونگے۔ ان کا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا۔ آدم علیہ السلام ابھی جنت میں تھے تو آپ نے حضور ﷺ سے ملاقات کے بارے میں التجا کی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی طرف وحی فرمائی اور نور محمدی ﷺ کو آپ کی (دائیں ہاتھ کی) مسبحۃ انگلی میں پیدا فرمایا تو انہوں نے اس نور کی تسبیح فرمائی اس وجہ سے اس انگلی کو مسبحۃ کا نام دیا گیا جیسا کہ الروض الفایق میں بیان ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے جمال کو آپ علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں آئینہ کی طرح ظاہر فرمایا جس پر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور اپنی آنکھوں سے مس فرمایا

چنانچہ یہ آپکی اولاد کے لیے سند بن گئی۔ جب جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان میں میرا نام سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر انھیں دونوں آنکھوں پر لگایا تو وہ کبھی بھی اندھا نہیں ہوگا۔‘‘(۱)

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل

اذان میں جب مؤذن ’’أشهد أن محمدا رسول الله‘‘ کہے تو جو شخص سنے اس کا اپنے انگوٹھوں کو اسم محمد ﷺ پر چوم کر آنکھوں پر رکھنا خلیفۃ الرسول ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔ امام سخاوی علیہ الرحمۃ مقاصد الحسنہ میں فرماتے ہیں:

’’مؤذن سے اذان میں أشهد أن محمدا رسول الله سن کر انگشتان شہادت کو پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ پڑھنا اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالاسَّلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا ﴿میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے نیک بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور میں اللہ سے راضی ہوں کہ وہ رب ہے اور اسلام دین ہے اور محمد ﷺ سے کہ وہ اللہ کے پیارے نبی ہیں۔﴾ دیلمی نے اس حدیث کو الفردوس بماثور الخطاب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے مؤذن کو أشهد أن محمدا رسول الله کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں انگشتان شہادت کے پوروں کو چوم کر آنکھوں سے ملا یا یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے پیارے دوست کی طرح عمل کیا اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔‘‘(۲)

(۱) اسماعیل حقی، روح البیان، ۷: ۲۲۹

(۲) ملا علی قاری، الموضوعات الکبری: ۳۱۶، رقم: ۴۵۳

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا حدیث پر تبصرہ

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور اگر یہ عمل حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت عمل ہے تو اس پر عمل کرنا کافی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم پر میرے بعد میری سنت اور سنت خلفائے راشدین لازم ہے۔''(۱)

(۳) قدیم مصری عالم کا عمل

امام سخاوی علیہ الرحمۃ المقاصد الحسنۃ میں بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شمس محمد بن صالح المدنی علیہ الرحمۃ امام وخطیب مسجد مدینہ طیبہ نے اپنی تاریخ میں قدماءِ مصریین میں سے کسی بزرگ مجد علیہ الرحمۃ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک اذان میں سن کر ان پر درود پڑھا اور انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر اس کو چوما اور پھر اپنی آنکھوں پر ملا تو وہ کبھی آشوبِ چشم میں مبتلا نہ ہوگا۔''(۲)

(۴) عراقی اور عجمی شیوخ کا عمل

ابن صالح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے فقیہ محمد بن الزرندی سے سنا، جنھوں نے بعض شیوخ عراق یا عجم کے راویوں سے یوں سنا کہ وہ جب آنکھوں پر انگوٹھے ملتے تو کہتے صلی اللہ علیک یاسیدی یارسول اللہ، یا حبیب قلبی، و یا نور بصری، و یا نور قرۃ عینی تو ان دونوں شیوخ میں سے کسی نے مجھ سے کہا کہ جب سے میں نے یہ عمل کیا ہے میری آنکھوں میں کبھی درد نہ ہوا۔''(۳)

(۱) عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۷۰، رقم: ۲۲۹۶

(۲) سخاوی، المقاصد الحسنہ، ۳۸۴، رقم: ۱۰۲۱

(۳) سخاوی، المقاصد الحسنہ: ۲۸۴، رقم: ۱۰۲۱

۵۔ شمس محمد بن صالح المدنی کا عمل

ابن صالح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

أنا و ﷲ الحمد والشکر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد عینی و ارجو ان ترنی تدوم وأنی أسلم من العمی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔(۱)

’’حمد وشکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جب سے میں نے ان دونوں شیوخ سے سنا ہے، میں اسی پر عمل پیرا ہوں اور آج تک میری آنکھوں میں درد نہ ہوا اور میں امید رکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں ہمیشہ درست رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہیں ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔‘‘

۱۲۔ اسم محمد ﷺ کو بوسہ دینے کی برکات

حضور نبی اکرم ﷺ کا نام سن کر بوسہ دینے کی بے شمار برکات ہیں، جن میں سے ایک کا ذکر ائمہ نے خاص طور پر کیا ہے وہ آنکھ کی تمام بیماریوں سے شفایاب ہونا ہے، اسے خصوصاً اندھے پن اور آشوبِ چشم سے نجات ملتی ہے۔ چند ائمہ کرام کے اقوال، واقعات اور مشاہدات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت وہب بن منبہ کا قول

حضور نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کا بوسہ لینے کے حوالے سے وہب بن منبہ علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گنہگار تھا جس نے سو برس تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کو لوگوں نے گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا:

(۱) سخاوی، المقاصد الحسنہ، ۱: ۲۸۴، رقم: ۱۰۲۱

’’پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اُس شخص کو وہاں سے نکالو اور اُس پر نماز پڑھو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ وہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا۔ ارشاد ہوا: یہ سچ ہے، لیکن اس کی عادت تھی کہ جب تورات کو کھولتا اور محمد کے نام کو دیکھتا تو بوسہ دے کر اُس کو آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا۔ اس لئے میں نے اس شخص کو اس مبارک عمل کا صلہ اس طرح دیا کہ اُس کو بخش دیا اور ستر حوریں اُس کے نکاح میں دیں۔‘‘(۱)

یہ ادبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلہ تھا جو پچھلی امت کے ایک گنہگار فرد کو بخشش و عنایت کی صورت میں دیا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی تعظیم کرتے ہوئے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائیں گے تو ان پر عنایات خداوندی کا عالم کیا ہوگا۔

(۲) حضرت خضر علیہ السلام کی روایت

حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جس شخص نے مؤذن سے یہ سنا أشهدأن محمدا رسول الله اور وہ شخص اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چومتے ہوئے یہ کہے مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبدالله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. تو نہ کبھی وہ اندھا ہوگا اور نہ کبھی آشوبِ چشم میں مبتلا ہوگا۔‘‘(۲)

(۳) شمس محمد بن ابی نصر البخاری علیہ الرحمۃ کا قول

طاؤس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انہوں نے شمس محمد بن ابی نصر البخاری علیہ الرحمۃ سے حدیث سنی: جس شخص نے مؤذن سے کلمۃ شھادۃ (اشهد أن محمدا رسول

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۸۳

(۲) سخاوی، المقاصد الحسنہ: ۳۸۳، رقم: ۱۰۲۱

اللہ) سنا اور انگوٹھے کے ناخنوں کو چوما اور یوں آنکھوں پر ملتے ہوئے یہ دعا پڑھے: **اللھم احفظ حدقتي و نورھما ببرکة حدقتي محمد رسول اللہ ﷺ و نور ھما۔** تو وہ شخص (کبھی) اندھا نہ ہوگا۔(۱)

(۴) ابو الحسن علی بن محمد علیہ الرحمۃ کی روایت

ابو الحسن علی بن محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے مؤذن سے **اشھد أن محمدا رسول اللہ** سنا اور یہ پڑھا: **مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ** ﷺ اور دونوں انگوٹھوں کو چومتے ہوئے اپنی آنکھوں سے ملے، تو وہ کبھی بھی اندھا نہ ہوگا اور کبھی درد نہ ہوگا۔''(۲)

(۵) فقیہ محمد بن السیابا کے بھائی کا واقعہ

درج بالا دعا کے بارے فقیہ محمد بن السیابا علیہ الرحمۃ کے بھائی سے روایت ہے کہ یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا:

''ایک دن بہت زور کی ہوا چلی جس کے سبب کچھ ذرات میری آنکھ میں چلے گئے جس کی وجہ سے مجھے شدید درد ہوا مگر وہ کنکری نہ نکل سکی۔ اس وقت میں نے مؤذن کو کہتے سنا (**اشھد أن محمدا رسول اللہ**) اور میں نے یوں دعا پڑھی تو وہ کنکری آنکھ سے نکل گئی یعنی انہوں نے اسم محمد ﷺ پر دعا پڑھی اور انگوٹھوں کو چوما۔ رداد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ بھی حضور ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔''(۳)

---

(۱) سخاوی، المقاصد الحسنۃ: ۳۸۵، رقم: ۱۰۲۱

(۲) سخاوی، المقاصد الحسنۃ: ۳۸۵، رقم: ۱۰۲۱

(۳) سخاوی، المقاصد الحسنہ: ۳۸۴، رقم: ۱۰۲۱

درود وسلام کی کثرت کے ثمرات

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف ’’سعادۃ الدّارین في الصّلاۃ علی سیّد الکونین ﷺ (ص: ۱۲۲۔ ۱۲۵)‘‘ میں کثرت سے درود و سلام پڑھنے کے فوائد وثمرات کے حوالے سے درج ذیل چند حکایات نقل کرتے ہیں:

۱۔ ابو حفص علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ بلخ شہر میں ایک مالدار تاجر رہتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ وہ تاجر مرگیا اور اس کے دونوں بیٹوں نے اس کا مال آپس میں تقسیم کرلیا۔ ان کے باپ کے ترکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے تین بال مبارک بھی تھے۔ دونوں نے ایک ایک بال لے لیا اور ایک بال رہ گیا۔ بڑے بھائی نے کہا: ہم بال توڑ کر نصف کر لیتے ہیں۔ دوسرے نے کہا! نہیں بخدا ایسا نہیں ہوسکتا ۔حضور نبی اکرم ﷺ کا بال مبارک تقسیم نہیں کیا جاسکتا، یہ ان کی عظمت کے خلاف ہے۔ اب بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا کہ باپ کے ترکہ میں سے تم یہ تینوں بال مبارک لے لو اور باقی سارا سامان مجھے دے دو۔ چھوٹے نے کہا: مجھے یہ پسند ہے اس نے تینوں بال مبارک حاصل کر لئے اور تینوں بال مبارک اپنی جیب میں رکھ لئے اب وہ ان کو نکالتا ان کی زیارت کرتا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھتا اور پھر جیب میں رکھ لیتا۔ جب کچھ عرصہ گزرا تو بڑے بھائی کا سارا مال و متاع ختم ہوگیا اور چھوٹے بھائی کی دولت بڑھ گئی۔ چھوٹا بھائی کچھ عرصہ زندہ رہ کر فوت ہوگیا۔ ایک مرد صالح نے اسے خواب میں دیکھا اور اس کے ہمراہ حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی دیکھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے کہہ دو جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو اس کی قبر پر آئے اور اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے پس لوگ اس کی قبر پر آنے لگے اب یہ حال تھا کہ جو سوار اس کی قبر کے قریب آتا تو سواری سے اتر جاتا اور پیدل گزرتا۔

۲۔ ایک عورت حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا حضرت! میری بچی فوت ہوگئی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھوں۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے اس سے فرمایا: نماز عشاء کے بعد چار رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ، ایک مرتبہ سورۃ الھٰکم التکاثر پڑھو۔ پھر لیٹ جاؤ اور سوتے وقت تک حضور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتی رہو۔ اس نے ایسا ہی کیا پس اس نے خواب میں اس بچی کو عذاب وعقوبت میں گرفتار دیکھا۔ اس پر تانبے کا لباس تھا، ہاتھ جکڑے ہوئے اور پاؤں میں آتشیں بیڑیاں تھیں۔ جب وہ بیدار ہوئی تو حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور تمام واقعہ عرض کر دیا آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: کوئی صدقہ کرو! شاید اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے۔ رات کو حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہیں، ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اس پر ایک حسین وجمیل لڑکی ہے جس کے سر پر نور کا تاج ہے۔ کہنے لگی حسن، مجھے پہچانتے ہو؟ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے جواب دیا: نہیں، وہ کہنے لگی میں اسی عورت کی لڑکی ہوں جسے آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا تھا؟ حضرت حسن علیہ الرحمۃ نے کہا: تیری ماں نے تو تیری کچھ اور ہی حالت بتائی تھی جو ایسی نہ تھی لڑکی نے جواب دیا: میری حالت ایسی ہی تھی جیسی میری والدہ نے آپ کو بتائی تھی۔ حضرت حسن علیہ الرحمۃ نے فرمایا: پھر تو اس درجہ تک کیسے پہنچی؟ وہ بولی ہم ستر ہزار لوگ سزا بھگت رہے تھے تو ایک مردِ صالح کا ہماری قبروں پر گزر ہوا اس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر ایک بار درود شریف پڑھا اور اس کا ثواب ہم کو ایصال کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اور ہم سب کو اس عذاب سے آزاد فرما دیا اور مجھے وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپ دیکھ رہے ہو۔

۳۔ شیخ ابو حفص عمر بن حسن سمرقندی علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک استاذ کی زبانی ان کے باپ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ میں نے حرم شریف میں ایک شخص کو کثرت سے درود سلام پڑھتے دیکھا، میں نے حرم شریف، بیت اللہ شریف، میدانِ عرفات، منی اور دیگر مقامات پر جہاں بھی اسے دیکھا اس کی زبان پر درود و سلام ہی جاری رہا، میں نے اس شخص سے کہا: بھئی ہر مقام کے لئے مخصوص دعائیں اور افعال ہیں۔ آپ کو کیا ہوا کہ نہ کوئی دوسری دعائیں مانگتے ہو اور نہ کوئی نفل نماز ادا کرتے ہو بس ہر مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتے جاتے ہو؟ وہ بولا میں بیت اللہ کے حج کی نیت سے خراسان سے اپنے والد کے ہمراہ نکلا جب ہم کوفہ پہنچے تو میرے والد بیمار ہوگئے۔ بیماری شدت اختیار کرگئی اور والد صاحب فوت ہوگئے تو میں نے ان کا چہرہ چادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر میں ان سے کچھ وقت غائب رہا جب واپس آیا اور ان کا چہرہ دیکھنے کے لئے میں نے چادر سرکائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صورت گدھے کی سی بن گئی ہے جب میں نے یہ ہولناک منظر دیکھا تو بہت گھبرایا اور ہر طرف سے رنج و الم نے مجھے آ گھیرا۔ میں سخت مغموم و پریشان تھا۔ میں نے دل میں کہا: والد صاحب کا یہ حال میں لوگوں پر کس طرح ظاہر کروں؟

اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہمارے پاس آیا ہے، اس نے میرے والد صاحب کے چہرے سے کپڑا سرکا کر دیکھا اور پھر ڈھانپ دیا، پھر مجھ سے کہا: یہ عظیم رنج و الم کیا ہے جس میں تم گرفتار ہو؟ میں نے کہا: مغموم کیونکر نہ ہوں جب کہ والد صاحب پر یہ مصیبت نازل ہوچکی ہے، اس نے کہا: تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد سے یہ مصیبت دور کردی ہے۔ پھر اس شخص نے ان کے رخ سے پردہ ہٹایا تو میں کیا دیکھتا ہوں گویا ان کا چہرہ چمکتا ہوا چاند ہے۔ میں نے انہیں خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ سچ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں مصطفیٰ

(ﷺ) ہوں جب یہ سنا تو مجھے عظیم فرحت و مسرت ہوئی۔ میں نے سرکار ﷺ کی چادر کا کونا پکڑ لیا اور اپنے ہاتھوں پر لپیٹ لیا اور میں نے عرض کیا: یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ! بخدا آپ مجھے پوری صورتِ حال بتائیں۔ فرمایا: تیرا باپ سود خور تھا اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ سود خور کی شکل و صورت موت کے وقت گدھے کی صورت سے بدل دے گا لیکن تیرے والد کی یہ عادت تھی کہ رات کو سونے سے پہلے مجھ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھتا تھا جب سود خوری کی وجہ سے وہ اس ابتلاء کا شکار ہوا تو میرے پاس وہ فرشتہ آیا جو مجھ پر میری امت کے احوال پیش کرتا ہے۔اس نے مجھے تیرے والد کا حال بتایا پس میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، اس نے میری شفاعت کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔

اس کے بعد میں بیدار ہوگیا۔ میں نے اپنے والد کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر جو دیکھا تو یوں نظر آیا گویا چودھویں کا چاند ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ان کی تجہیز و تکفین کی اور ان کو دفن کیا، تھوڑا سا وقت ان کی قبر کے پاس بیٹھا رہا۔ میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ میں نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی ”تمہیں کچھ معلوم ہے کہ جس عنایت الٰہی نے تمہارے والد کو اپنی آغوش میں لیا ہے اس کا سبب کیا ہے؟“ میں نے کہا: میں کچھ نہیں جانتا، ہاتف نے کہا: اس کا سبب حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا ہے۔

۴۔ ایک شخص نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور تنگیٔ معاش کی شکایت کی تو اس کو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو **السلام علیکم** کہو چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو پھر مجھ پر سلام کرو۔ (**السلام علیک ایھا النبی و رحمة الله و بر کاته**) اور ایک مرتبہ (**قل ھو اللہ احد** پڑھو۔) اس شخص نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کھول دیا۔ حتی کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس کے رزق سے نفع پہنچا۔

۵۔ حضرت ابو حفص ابو حداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ ایک

وقت ایسا آیا کہ کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بھوک سخت لگی ہوئی تھی۔ یونہی پندرہ دن گزر گئے۔ جب میں زیادہ ہی نڈھال ہوگیا تو میں نے اپنا پیٹ روضۂ مقدس کے ساتھ لگا دیا اور کثرت سے درود و سلام پڑھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اپنے مہمان کو کچھ کھلائیے، بھوک نے نڈھال کر دیا ہے۔ وہیں پر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند غالب کر دی اور سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دائیں جانب، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بائیں جانب تھے اور حیدر کرّار رضی اللہ عنہ سامنے تھے۔ مجھے مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اٹھ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں، میں اٹھا اور دست بوسی کی۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے مجھے روٹی عنایت فرمائی۔ ابھی آدھی کھائی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔ جب میں بیدار ہوا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔‘‘

۶۔ ایک نیک صالح بزرگ محمد بن سعید بن مطرف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں نے اپنے اوپر لازم کیا ہوا تھا کہ اتنی مقدار درود و سلام پڑھ کر سویا کروں گا۔ میں اپنے اس عہد کے مطابق روزانہ درود پڑھتا رہا۔ ایک دن میں اپنے بالا خانے میں درود پاک پڑھ کر بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ اتفاق سے میری بیوی بالا خانے میں سوئی ہوئی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ذات گرامی جس پر میں درود و سلام پڑھا کرتا تھا یعنی آقائے دو جہاں ﷺ بالا خانے کے دروازے سے اندر تشریف لائے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے نور سے بالا خانہ جگمگا اٹھا، نور ہی نور ہوگیا۔ پھر سرکارِ دو عالم محبوبِ کبریا صاحبِ لولاک ﷺ میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے پیارے امتی! جس منہ سے مجھ پر درود و سلام پڑھا کرتا تھا میرے قریب لا! میں اس کو بوسہ دوں۔ مجھے یہ سوچ کر (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) شرم آئی تو میں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا تو کستوری سے بڑھ کر خوشبو مہکی اور اس خوشبو کی مہک سے میری بیوی

بیدار ہوگئی اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ سارا گھر خوشبو سے مہک رہا تھا اور میرے رخسار سے آٹھ دن تک خوشبو کی لپٹیں نکلتی رہیں۔

۷۔ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ، حضرت خلف علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ حدیث پڑھتا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ نئے سبز کپڑوں میں دوڑتا پھر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا: حدیث پڑھنے میں۔ تو ہمارے ساتھ تھا پھر یہ اعزاز و اکرام تیرا کس بات پر ہو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ احادیث تو تمہارے ساتھ ہی لکھا کرتا تھا لیکن جب بھی حضور اقدس ﷺ کا اسم مبارک حدیث میں آتا اس کے نیچے صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بدلے میں میرا یہ اکرام فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔

۸۔ حضرت ابو سلیمان محمد بن حسین حرانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو سلیمان! جب تو حدیث مبارکہ میں میرا نام لیتا ہے، اس پر درود بھی پڑھتا ہے تو پھر وسلم کیوں نہیں پڑھتا! یہ چار حروف ہیں اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

۹۔ حضرت محمد بن ابی سلیمان علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی۔ میں نے پوچھا کس عمل پر؟ انہوں نے فرمایا: میں ہر حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود لکھا کرتا تھا۔

۱۰۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے کہ میرا ایک ہمسایہ فوت ہوگیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا حضرت آپ کیا پوچھتے ہیں؟ بڑے بڑے خوفناک منظر میرے سامنے

آئے، منکر و نکیر کے سوال و جواب کا وقت بڑا ہی خطرناک اور دشوار تھا حتی کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے یا نہیں۔ اچانک مجھ سے کہا گیا کہ دنیا میں تیری زبان بے کار رہی اس وجہ سے تجھ پر مصیبت آئی ہے پھر جب عذاب کے فرشتوں نے مجھے مارنے کا قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اور ان فرشتوں کے درمیان ایک نوری انسان حائل ہوگیا جو کہ نہایت حسین وجمیل تھا، جس کے جسم پاک سے خوشبو مہکتی تھی وہ منکر و نکیر کے سوالات کے جوابات مجھ پر پڑھاتا گیا اور میں فرشتوں کو جواب دیتا گیا اور میں کامیاب ہو گیا پھر میں نے اس نوری انسان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ میں تیرا وہ درود ہوں جو دنیا میں اللہ کے پیارے رسول حضور نبی اکرم ﷺ پر پڑھتا تھا۔ اب تو فکر نہ کر، میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ قبر میں، حشر میں، پل صراط میں، ہر مشکل کے وقت میں تیرے ساتھ رہوں گا اور تیرا مددگار رہوں گا۔

۱۱۔ حضرت شیخ ابو الحسن بن حارث لیثی علیہ الرحمۃ (جو کہ پابند شرع اور متبع سنت اور درود و سلام کی کثرت کرنے والے تھے) فرماتے ہیں کہ مجھ پر گردش کے دن آگئے۔ فقر و فاقہ کی نوبت آنے لگی اور عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ عید آ گئی اور میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ جس سے بچے عید مناسکیں۔ جب عید کی رات آئی تو وہ میرے لئے نہایت ہی کرب و پریشانی کی رات تھی۔ رات کی کچھ گھڑیاں گزری ہوں گی کہ کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرے دروازے پر کچھ لوگ ہیں۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کافی لوگ ہیں۔ انہوں نے شمعیں اٹھائی ہوئیں ہیں اور ان میں سے ایک سفید پوش جو کہ اپنے علاقے کا رئیس تھا وہ آگے آیا ہم حیران رہ گئے کہ یہ اس وقت کیوں آئے ہیں۔ اس رئیس نے بتایا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ ہم کیوں آئے ہیں۔ آج رات میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شاہِ کونین امت کے والی حضور نبی اکرم ﷺ تشریف

لائے ہیں اور مجھے فرمایا کہ ابوالحسن اور اس کے بچے بڑی تنگدستی اور فقر و فاقہ کے دن گزار رہے ہیں۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے تمہیں ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ اس کے بچوں کے کپڑے لے جاؤ اور دیگر ضروریات خرچہ وغیرہ تاکہ وہ اچھے طریقے سے عید منا سکیں اور خوش ہو جائیں۔ لہٰذا یہ کچھ سامانِ عید قبول کیجئے اور میں درزی بلا کر ساتھ لایا ہوں جو یہ کھڑے ہیں آپ بچوں کو بلائیں تاکہ ان کے لباس کی پیمائش کریں اور ان کے کپڑے سل جائیں پھر اس نے درزیوں کو حکم دیا کہ پہلے بچوں کے کپڑے تیار کریں بعد میں بڑوں کے۔ لہٰذا صبح ہونے سے پہلے پہلے سب کچھ تیار ہو گیا اور صبح کو گھر والوں نے خوشی خوشی عید منائی یہ برکتیں ساری درود پاک کی ہیں۔

درود و سلام پڑھنے کے آداب

درود و سلام پڑھتے وقت تعظیم و تکریم اور تواضع و انکساری کا اظہار علامتِ محبت ہے کیونکہ ہر محبّ اپنے محبوب کا ذکر نہایت ادب و احترام اور تواضع سے کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ذکر نہایت خشوع و خضوع سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو خشک ہو جاتے۔(۱)

درود و سلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی و جبی تعلق جوڑنے کا نام ہے۔ اس کو جتنا ذوق و شوق اور وارفتگی سے پڑھا جائے اتنا ہی کم ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے وقت ظاہری اور باطنی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ تقاضائے محبت و عقیدت بھی ہے اور علامت ایمان بھی۔ اس لئے بارگاہ رسالت

(۱) نبہانی، سعادۃ الدارین: ۲۲۰

ما آپ ﷺ میں درود وسلام پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ درود وسلام پڑھنے سے قبل ظاہری صفائی کا اہتمام کرنا کیونکہ ہر عبادت کے لئے طہارت و پاکیزگی شرط ہے۔ اس لئے درود و سلام پڑھتے وقت جسم ولباس کا صاف ستھرا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ جس جگہ درود وسلام پڑھا جا رہا ہو اس کا پاک صاف ہونا ضروری ہے اور ایسی جگہ پر درود وسلام پڑھنے سے گریز کیا جائے جہاں پر ظاہری اور باطنی غلاظت اور گندگی کا احتمال ہو۔

۳۔ درود وسلام پڑھتے ہوئے خوشبو لگانا مستحب ہے حضور نبی اکرم ﷺ خوشبو بہت پسند فرماتے تھے۔

۴۔ درود وسلام باوضو ہو کر پڑھنا چاہیے اگرچہ بغیر وضو کے درود وسلام پڑھنا بھی جائز ہے لیکن باوضو پڑھنا آداب میں شامل ہے۔

۵۔ درود وسلام کو دو یا چار زانو ہو کر، قبلہ رخ منہ کر کے اور آنکھیں بند کر کے پڑھا جائے۔

۶۔ درود وسلام معتدل (درمیانی) آواز میں آہستہ آہستہ ترتیب کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور اگر محبت سے خوبصورت اور دلکش انداز میں پڑھا جائے تو کیف و سرور آئے گا اور دل کے تار بجنے لگیں گے اور حضور نبی اکرم ﷺ سے تعلقِ محبت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اپنے نبی ﷺ پر خوبصورت انداز میں درود بھیجا کرو تمہیں کیا معلوم کہ وہ آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔''(۱)

۷۔ امام نبہانی علیہ الرحمۃ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

(۱) ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ۴: ۲۷۱

’’جو مسلمان حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرے یا جس کے پاس سرکار دوعالم ﷺ کا ذکر کیا جائے اس پر واجب ہے کہ وہ خشوع و خضوع سے، آپ ﷺ کا وقار پیشِ نظر رکھتے ہوئے، بغیر حرکت کیے حضور نبی اکرم ﷺ کی ہیبت و جلالت کو اس طرح ملحوظ خاطر رکھے جس طرح آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کا ادب و احترام کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ ﷺ کا ادب سکھایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے سلفِ صالحین اور ائمہ ومحدثین کا یہی دستور تھا۔‘‘(۱)

۸۔ درود وسلام پڑھتے ہوئے دل و دماغ کو حاضر رکھنا بہت ضروری ہے اور دل کو ہر طرح کے وسوسوں، دنیوی خیالات سے پاک کر کے پوری توجہ و دھیان سے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنا چاہیے۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کے سامنے جب حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو آپ علیہ الرحمۃ کا رنگ بدل جاتا اور نالہ کناں ہو جاتے یہاں تک کہ ہم نشینوں پر سخت گراں گزرتا۔(۲)

۹۔ درود وسلام ذوق وشوق اور یکسوئی سے پڑھنا چاہیے اور پڑھنے والا سمجھے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور آپ ﷺ کی چشمان مقدس، واللّیل زلفوں اور چہرۂ والضّحٰی کا تصور کرے۔ امام نبہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام زہری علیہ الرحمۃ لوگوں سے ہمیشہ گھلے ملے رہتے تھے۔ جب ان کے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکرِ خیر کیا جاتا تو اس طرح ہو جاتے جیسے نہ کوئی انہیں پہچانتا ہے اور نہ وہ کسی کو پہچانتے ہیں۔(۳)

---

(۱) نبہانی، سعادۃ الدارین، ۱: ۲۲۰

(۲) نبہانی، سعادۃ الدارین، ۱: ۲۲۰

(۳) نبہانی، سعادۃ الدارین، ۱: ۲۲۰

تارکِ درود و سلام کے لئے وعید

بارگاہِ رسالت ﷺ میں درود نہ بھیجنے والا اللہ کی رحمت اور فضل سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ فیوض و برکات جو درود و سلام کی بدولت حاصل ہوتے ہیں نہ پڑھنے والے کو حاصل نہیں ہوتے بلکہ احادیث مبارکہ میں درود و سلام نہ پڑھنے والے کی بڑی مذمت بیان ہوئی ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ۔ (۱)

”جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ بہشت کی راہ بھول گیا۔“

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔ (۲)

”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَخِيْلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فلم يُصَلِّ عَلَيَّ۔ (۳)

---

(۱) ابن ماجة، السنن، كتاب إقامة الصّلاة و السنّة فيها، باب الصّلاة على النّبي ﷺ، ۱: ۲۹۱، رقم: ۹۰۸

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب في فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالْاَسْتِغْفَارِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ بِعِبَادِهِ، ۵: ۵۱۳، رقم: ۳۵۴۵

(۳) ترمذی، الجامع الصّحيح، أبواب الدّعوات، باب في فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالْاَسْتِغْفَارِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ بِعِبَادِهِ، ۵: ۵۱۴، رقم: ۳۵۴۶

”وہ آدمی بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا:

وَمَنْ ذُكِرْتَ، عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ۔(۱)

”جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے درود نہ پڑھا پھر وہ مرگیا وہ دوزخ میں ہوگا۔“

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

من لم يصلّ فلا دين له۔(۲)

”جو مجھ پر درود نہیں پڑھتا اس کا دین نہیں۔“

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي مَجْلِسٍ، فَتَفَرَّقُوا وَلَمْ يَذْكُرُوا اللهَ عَزَّوَجَلَّ وَيُصَلُّوا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَّا مَجْلِسُهُمْ تِرَةً عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(۳)

”جو قوم کسی مجلس میں اکٹھی ہوئی اور پھر (اس مجلس میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہوگئی تو وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے روز باعثِ حسرت بننے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی۔“

www.MinhajBooks.com

---

(۱) ابن حبان، الصحیح، ۳: ۱۸۸، رقم: ۹۰۷

(۲) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۲۹۵

(۳) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۴۶، رقم: ۹۷۶۳

باب ہفتم

دعا اور آدابِ دعا

www.MinhajBooks.com

دُعا کا معنی و مفہوم

لفظِ دُعا، مصدر ہے، اس کا مادہ (د۔ ع۔ و) اور فعل دَعَا از باب نَصَرَ ہے۔ اس کی اصل دُعَاوٌ تھی، الف زائدہ کے بعد آخر کلمہ میں ہونے کی وجہ سے واؤ کو ہمزہ میں بدل دیا گیا اور دُعَاءٌ بن گیا۔ لغت میں اس کے معنی بلانا، پکارنا، عبادت کرنا، مدد طلب کرنا اور سوال کرنا وغیرہ کے ہیں۔[1]

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر لفظ دعا مذکورہ بالا معانی میں استعمال ہوا ہے۔ چند آیات کے حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱۔ الانعام، ۶:۷۱

۲۔ الاعراف، ۷:۵

۳۔ الانبیاء، ۲۱: ۱۵

۴۔ النور، ۲۴: ۶۳

۵۔ المومن، ۴۰: ۴۳

۶۔ المعارج، ۷۰: ۱۷

دعا کا اصطلاحی مفہوم واضح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔ ۸۵۴ھ) ”فتح الباری“ میں علامہ طیبی علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں:

هُوَ إِظْهَارُ غَايَةِ التَّذَلُّلِ وَالاِفْتِقَارِ إِلَى اللهِ وَالاِسْتِكَانَةِ لَهُ۔[2]

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴: ۲۵۷

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۹۵

”اللہ ﷻ کی بارگاہ میں غایت درجہ تواضع، محتاجی اور عاجزی و انکساری کا اظہار کرنا دعا کہلاتا ہے۔“

صوفیاء کرام کے نزدیک دعا سے مراد درج ذیل امور ہیں:

۱۔ حیاء کی زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے آنے کا نام دعا ہے۔

۲۔ دعا گناہوں کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

۳۔ دعا محبوب سے ملاقات کے لئے اشتیاق کی ترجمانی ہے۔

۴۔ دعا محبوبِ حقیقی سے ایک قسم کی باہمی پیغام رسانی ہے۔ جب تک یہ سلسلہ قائم رہے، تب تک معاملہ ٹھیک رہتا ہے۔(۱)

دعا کی اَہمیت و فضیلت

خوشی اور غمی کے اثرات قبول کرنا انسانی فطرت میں شامل ہے، یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص خوشی کے لمحات میں خدائے عظیم کے حضور ہدیہ تشکر بجا لائے یا نہ لائے لیکن غمی اور پریشانی کے عالم میں وہ اپنے پروردگار کو نہیں بھولتا۔ اس وقت اس کے نہاں خانۂ دل سے صدائے فریاد نکلتی ہے، اس کے ہاتھ بے ساختہ دعا کے لئے اٹھ جاتے ہیں اور اس کا سر عجز و نیاز کی حالت میں خشوع و خضوع سے سجدے میں جھک جاتا ہے۔ اس غائت درجہ اضطراری و بے اختیاری کی کیفیت میں اس کے ہونٹ ہلنے لگتے ہیں اور وہ گڑگڑا کر عاجزی و بے چارگی کی حالت میں اپنے پروردگار کو پکارنے لگتا ہے اور اس کے ہونٹوں پر آنے والے کلمات جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلتے ہیں دعا کا روپ دھار لیتے ہیں۔

دعا مانگنے کا عمل رقت انگیزی اور اثر آفرینی کے اعتبار سے اس قدر کیف و لذت اور سوز و ساز کا حامل ہے اور انسان اپنے آپ کو اپنے خالق مالک سے اس درجہ

(۱) قشيري، الرسالة القشيرية: ۲۷۰

قریب محسوس کرتا ہے کہ بار بار مانگنا اس کو گراں نہیں گزرتا اور وہ اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ اس کی لذت و حلاوت دو چند ہو جاتی ہے۔ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ محض سعی پیہم اور جدوجہد پر بھروسہ کرنا ہی کافی نہیں بلکہ کامیابی کے حصول کے لئے دعا کی ناگزیریت و اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انسان بھرپور کاوش اور سعی و عمل کے باوصف ہر قدم پر نصرت و تائیدِ الٰہی کا محتاج ہے۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ باوجود اپنی تمام تر عقل و دانش اور فہم و فراست کے زیرک سے زیرک انسان بھی اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور قول - **عرفت ربّی بفسخ العزائم** (میں نے اپنے پروردگار کو ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا) - اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ دعا ہمارے ارادوں، آرزؤں اور خواہشوں میں قوت و توانائی پیدا کرتی اور راہِ عمل میں پیش آنے والی مشکلات اور رنج و آلام کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دعا سے دل کو طمانیت و سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ بحالتِ دعا بندہ اپنے خالق و مالک کے انتہائی قریب ہوتا ہے۔ اس حال میں رحمتِ ایزدی اس کے شریک حال ہو جاتی ہے۔

ایک سچے مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ تنگی اور آسانی ہر حال میں بارگاہِ صمدیّت میں دستِ دعا دراز کرے۔ دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے اور اس کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ مگر جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو دعا کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ عمل اللہ ﷻ کو ناپسند ہے۔ قرآن حکیم ایسے لوگوں کی مذمت میں فرماتا ہے:

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o (۱)

”اور جب (ایسے) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر لیٹے یا

(۱) یونس، ۱۰: ۱۲

بیٹھے یا کھڑے پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ (ہمیں بھلا کر اس طرح) چل دیتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف میں جو اسے پہنچی تھی ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہیں تھا۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے (غلط) اَعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں جو وہ کرتے رہے تھے۔‘‘

قرآن حکیم نے ایک اور مقام پر انسان کی اس بری خصلت کو یوں بیان فرمایا:

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ۔ (۱)

’’اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے پھر جب (اللہ) اُسے اپنی جانب سے کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اُس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا۔‘‘

۱۔ دعا مانگنے کی ترغیب

دعا اپنے دامن میں اس قدر خوبیاں اور فوائد سمیٹے ہوئے ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی مذہب ایسا ہو جس نے دعا کی ترغیب نہ دی ہو۔ دعاء مانگنا دراصل بارگاہِ الٰہیہ میں اپنی عبودیت و مسکنت، عجز و نیاز، فقر و احتیاج کا اظہار اور اس امر کا اعلان ہے کہ دعا مانگنے والا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا محتاج سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مختلف طریقوں سے دعا کی تلقین و ترغیب فرمائی ہے اور اسے قبول کرنے کا حتمی وعدہ بھی فرمایا ہے۔ اس حوالے سے چند آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

(۱) الزمر، ۳۹: ۸

۱۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَo(۱)

’’اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہئے کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں اور مجھ پر پختہ یقین رکھیں تاکہ وہ راہِ (مراد) پا جائیںo‘‘

۲۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَo(۲)

’’اور زمین میں اس کے سنور جانے (یعنی ملک کا ماحولِ حیات درست ہو جانے) کے بعد فساد انگیزی نہ کرو اور (اس کے عذاب سے) ڈرتے ہوئے اور (اس کی رحمت کی) امید رکھتے ہوئے اس سے دعا کرتے رہا کرو، بیشک اللہ کی رحمت احسان شعار لوگوں (یعنی نیکوکاروں) کے قریب ہوتی ہےo‘‘

۳۔ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَo(۳)

’’اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری بندگی سے سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گےo‘‘

۴۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ

(۱) البقرہ، ۲: ۱۸۶

(۲) الاعراف ۷: ۵۶

(۳) المومن، ۴۰: ۶۰

خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللهِؕ قَلِيۡلاً مَّا تَذَكَّرُوۡنَ○[1]

”بلکہ وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) وارث و جانشین بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) معبود ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو○“

مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تائید میں احادیث مبارکہ میں بھی کثرت سے دعا کی اہمیت وفضیلت بیان ہوئی ہے اور اللہ ﷻ سے دعا مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَلُوا اللهَ من فَضۡلِهِ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ أَنۡ يُسۡأَلَ، وَأَفۡضَلُ الۡعِبَادَةِ اِنتظارُ الۡفَرَجِ۔[2]

”اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو! بیشک اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت (صبر کے ساتھ) فراخی کا انتظار ہے۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا عِبَادِي! لَوۡ أَنَّ أَوَّلَكُمۡ وَآخِرَكُمۡ وَإِنۡسَكُمۡ وَجِنَّكُمۡ قَامُوۡا فِي صَعِيۡدٍ وَاحِدًا فَسَآلُوۡنِي. فَأَعۡطَيۡتُ كُلَّ إِنۡسَانٍ مَسۡأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنۡدِي إِلَّا كَمَا يَنۡقُصُ الۡمِخۡيَطُ إِذَا أُدۡخِلَ الۡبَحۡرَ۔[3]

(۱) النمل، ۲۷: ۶۲

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوت، باب في انتظار الفرج وغير ذلك، ۵: ۵۳۲، رقم: ۳۵۷۱

(۳) مسلم، الصحيح، كتاب البر و الصلة و الأدب، باب تحريم الظلم، ۴: ۱۹۹۴، رقم: ۲۵۷۷

اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔

امام قشیری علیہ الرحمۃ (۳۷۶۔۴۶۵ھ) حضرت سہل بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ کا فرمان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے فرمایا: مجھ سے باتیں کرو۔ اگر یہ نہ کرسکو تو میری طرف دیکھو۔ اگر یہ بھی نہ کرسکو تو میری بات کو سنو۔ اگر یہ بھی نہ کرسکو۔ تو میرے دروازے پر رہو اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو میرے پاس اپنی ضرورتوں کو لاؤ۔ (۱)

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ’’فتوح الغیب‘‘ میں دعا کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اے بندہ مومن! یہ نہ کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کروں گا کیونکہ جو میری قسمت میں ہے چاہے مانگوں یا نہ مانگوں وہ مجھے مل جائے گا۔ بلکہ اے بندے! دنیا و آخرت کی ہر وہ بہتر چیز جس کی تجھے حاجت ہے بشرطیکہ وہ حرام یا فساد کا سبب نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے طلب کر۔ یہ نہ کہہ کہ میں اس سے سوال کرتا ہوں اور میرا سوال شرفِ قبولیت حاصل نہیں کرتا۔ اس لیے میں اس سے سوال نہیں کرتا۔ اے بندہ خدا! ہمیشہ تو اپنے رب سے مانگتا رہ۔ وہ چیز جس کا تو سوال کرتا ہے۔ اگر تیری قسمت میں ہے تو تیری دعا کے بعد تجھے عطا کر دی جائے گی۔ اس وقت یہ عطا تیری توحید میں استقامت پیدا کرے گی اور مخلوق سے بے نیازی، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اسی کی ذات پاک تمام حاجات کی روائی کا باعث بن کر ایمان و یقین میں اضافہ کرے گی۔ اگر وہ چیز تیری قسمت میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے تجھے بے نیازی اور حالتِ فقر میں رضامندی کی عظیم دولت عطا کرے گا۔ اگر محتاجی اور بیماری ہے تو تجھے اس میں راضی

(۱) قشيري، الرسالة القشيرية: ۲۶۴

کرے گا اور اگر تو مقروض ہے تو قرض خواہ کو سختی سے نرمی اختیار کرنے یا تیری سہولت تک تاخیر کرنے یا معاف کرنے یا کم کر دینے پر مائل کر دے گا۔ ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے۔ اگر وہ قرض دنیا میں نہ دیا تو آخرت میں عظیم ثواب عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے، بے نیاز اور رحیم ہے اپنے بندہ سائل کو ناامید نہیں کرتا۔ اس کا فائدہ انسان کو ضرور پہنچتا ہے، دنیا میں ملے چاہے آخرت میں۔"[۱]

۲۔ بارگاہِ اُلوہیّت میں دعا کی قدر و قیمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ تَعَالَى مِنَ الدُّعَاءِ۔[۲]

"اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم و مکرم نہیں ہے۔"

۳۔ دعا ہر عبادت کا مغز ہے

دعا خواہ طلبِ مغفرت و بخشش کے لئے ہو یا کسی حاجت روائی اور ضرورت کو پورا کرنے کے ہو وہ بہر صورت عبادت ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعَاءُ هو العِبَادَةُ۔[۳]

---

(۱) عبد القادر جيلاني، فتوح الغيب: ۸۸، ۸۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات عن رسول الله، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ۵: ۳۸۵، رقم: ۳۳۷۰
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۳: ۱۵۱، رقم: ۸۷۰

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب تفسيرالقرآن، باب ومن سورة البقره، ۵: ۸۰، رقم: ۲۹۶۹
۲۔أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب الدعاء، ۱: ۵۵۰، رقم: ۱۴۷۹

''دعا عبادت ہے۔''

دعا نہ صرف خود عبادت ہے بلکہ ہر عبادت کا خلاصہ اور مغز ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعَاءُ مُخُّ العِبَادَةِ۔ (1)

''دعا عبادت کا مغز ہے۔''

۴۔ دعا قضائے حاجات کی چابی ہے

دعا قضائے حاجات کی چابی، فاقہ کشوں کے لئے سامانِ راحت، مجبوروں کے لئے جائے پناہ اور حاجت مندوں کے لئے آرام کا سبب ہے۔ ایک مشہور مقولہ ہے:

الدّعاء مفتاحُ الحاجة، و أسنانه لقم الحلال۔ (2)

''دعا حاجت کی کنجی ہے اور اس کے دندانے حلال کے لقمے ہیں۔''

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیدُ فِي العُمرِ إِلَّا البِرُّ۔ (3)

''تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیکی ہی سے عمر بڑھتی ہے۔''

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات؛ باب ماجاء فی فضل الدعاء، ۵: ۳۸۶، رقم: ۳۳۷۱

(۲) قشیري، الرسالة القشیریة: ۲۶۷

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب القَدَر، باب ماجاء لَا یَرُدُّ القدرَ إِلَّا الدُّعاء، ۴: ۱۸، رقم: ۲۱۳۹

نے فرمایا: ’’زمین پر رہائش پذیر کوئی مسلمان جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور وہ چیز عطا فرماتا ہے یا اس سے اس کی مثل برائی دور کر دیتا ہے۔ جب تک گناہ یا قطع رحم (رشتہ داری ختم کرنے) کی دعا نہ کی ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ) اب تو ہم بہت مانگیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔‘‘(۱)

امام قشیری علیہ الرحمۃ (۳۷۶۔۴۶۵ھ) حضرت عبد اللہ علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں: ’’ایک بار میں حضرت جنید علیہ الرحمۃ کے پاس تھا کہ ایک عورت نے آکر عرض کیا: میرا بیٹا گم ہوگیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جاؤ صبر کرو، وہ چلی گئی اور اگلے دن اپنے مطلب کو دوبارہ بیان کیا۔ حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے پھر وہی جواب دیا کہ جاؤ صبر کرو۔ عورت چلی گئی مگر پھر واپس آ گئی۔ اس طرح اس نے کئی بار کیا اور حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے ہر بار یہی کہا کہ صبر کرو۔ آخر کار اس نے کہا: اب میرے صبر کا پیمانہ چھلک چکا ہے اور مزید صبر کی طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا میرے لیے دعا فرما دیں۔ حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو جاؤ تمہارا بیٹا واپس آ چکا ہے۔ وہ گئی تو اس کا بیٹا آچکا تھا۔ پھر وہ شکریہ ادا کرنے کے لئے حضرت جنید علیہ الرحمۃ کے پاس آئی۔ دریافت کیا گیا کہ آپ علیہ الرحمۃ نے کیسے معلوم کرلیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔(۲)

’’بلکہ وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) وارث و جانشین بناتا ہے۔‘‘(۳)

---

(۱) ترمذی الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب في انتظارِ الفرج وغیر ذلك، ۵: ۵۳۳، ۵۳۴، رقم: ۳۵۷۳

(۲) النمل، ۲۷: ۶۲

(۳) قشیري، الرسالة القشیریة: ۲۶۴

۵۔ دعا بنیادی ضرورتوں کی کفیل ہے

انسانی معاشرے میں بہت کم لوگ اتنے مضبوط اعصاب کے مالک ہوں گے جو زندگی کی مشکلات جھیلنے کے اکیلے ہی متحمل ہوسکیں۔ بعض اوقات پریشانیاں اس قدر داخلی اور شخصی نوعیت کی ہوتی ہیں کہ انسان ان کا ذکر اپنے کسی عزیز ترین دوست اور رشتہ دار سے کرتے ہوئے بھی جھجکتا ہے۔ دعا غموں اور پریشانیوں کے اس بوجھ کو کم کرنے کا بہترین اور آسان ذریعہ ہے۔ یہ ہماری بنیادی ضرورتوں کی کفیل بن کر ہمیں احساسِ تنہائی سے نکالتی ہے۔ یہ امرِ مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی وجہ سے اعصابی تناؤ کا شکار ہو یا کسی روحانی کرب میں مبتلا ہو تو ماہرِ نفسیات اسے ان تکالیف و مشکلات کو کسی اپنے کے سامنے بیان کرنے کا مشورہ دے گا۔ اس کا مقصد اس شخص کے دل و دماغ پر موجود بوجھ کو ہلکا کرنا ہوتا ہے۔ دعا میں بھی انسان اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے جو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے اپنی مشکلات کا ذکر کرتا ہے۔ اس عمل سے اسے ذہنی آسودگی نصیب ہوتی ہے اور دل سے بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس امر کی تلقین فرمائی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی حاجت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> سَلوا اللہ ما بدالکم من حوائجکم حتی شِسع النّعل فإنّہ إن لم يُيَسره لم يَتيَسَّرُ۔ (۱)

> ”اپنی ضروریات میں سے جو بھی مانگنا چاہتے ہو اللہ سے مانگو یہاں تک کہ اپنے جوتے کا تسمہ بھی (اسی سے مانگو) کیونکہ اگر اس کی (عطا کرنے میں) رضا نہ ہو تو وہ (جوتے کا تسمہ) بھی میسر نہ ہو۔“

حضرت بکر بن عبد اللہ المزنی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۴۱، رقم: ۱۱۱۸

فرمایا کرتے تھے:

سَلُوْا اللهَ حَوَائِجَكُمْ حَتّیٰ الْمِلْحِ۔ (۱)

’’اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرو خواہ وہ نمک ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

٦۔ دعا شرک سے بچاؤ کا ذریعہ ہے

امام بخاری علیہ الرحمۃ ’’الأدب المفرد‘‘ میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں: ’’میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! شرک کا حصہ تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی خفیف تر ہوتا ہے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے علاوہ اور بھی کسی صورت میں شرک ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ شرک کا حصہ چیونٹی کی چال سے بھی خفیف تر ہوتا ہے۔ کیا تمہیں وہ دعا نہ بتا دوں کہ اگر وہ اپنا معمول بنا لیا کرو تو شرک کا قلیل و کثیر سب تم سے دفع ہو جائے، فرمایا:

قل اللّٰهُمَّ إنّی أعُوذُ بکَ أن أشرک بکَ و أنا أعلم، و أستغفرک لما لا أعلم۔ (۲)

کہو اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک کروں اور جو میں نہیں جانتا ہوں اس کے لئے تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں۔‘‘

www.MinhajBooks.com

---

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۴۲، رقم: ۱۱۲۰

(۲) بخاری، الأدب المفرد: ۱۸۶

۷۔ دعا بخشش و مغفرت کا ذریعہ ہے

دعا لمحہ بہ لمحہ ہماری زندگی کی ساتھی اور انیسِ جاں ہے۔ دعا نہ صرف زندگی میں قدم قدم پر ہمارا سہارا بنتی ہے بلکہ عالمِ برزخ میں بھی ہماری ترقی مدارج کا باعث بنے گی۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ (۲۱۰۔۲۷۹ھ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ قدسی نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا اور امید رکھتا رہے گا میں تیرے گناہ بخشتا رہوں گا، چاہے تجھ میں کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو بخشش مانگے تو میں بخشش دونگا، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی کرکے میرے پاس آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے اسکے برابر بخشش دونگا۔"(۱)

امام مسلم علیہ الرحمۃ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی دعائے مغفرت کے متعلق حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں: "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب اہل یمن میں سے کوئی کمک آتی تو وہ ان سے سوال کرتے۔ کیا تم میں کوئی اویس بن عامر ہے۔ حتی کہ ایک دن حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آ گئے، حضرت عمر نے کہا: کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا۔ کیا آپ قبیلہ مراد سے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ قرن سے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو برص کی بیماری تھی؟ اور ایک درہم کے برابر داغ رہ گیا ہے۔ اور باقی داغ ختم ہوگئے ہیں انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اہلِ یمن کی امداد کے ساتھ تمہارے پاس قبیلہ مراد سے قرن کا ایک شخص آئے گا۔ جن کا نام اویس بن عامر ہوگا، ان کو برص کی بیماری تھی اور ایک درہم

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار وَمَا ذُكِرَ من رحمة الله بعباده، ۵: ۵۰۹، رقم: ۳۵۴۰

کی مقدار کے علاوہ باقی ٹھیک ہوچکی ہوگی۔ قرن میں ان کی والدہ ہیں جن کے ساتھ وہ نیکی کرتے ہیں اگر وہ کسی چیز پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرے گا۔ اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے مغفرت کی دعا کروانا، سو اب آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کیا۔"(۱)

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ سے دعا کی اہمیت وفضیلت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان لاکھ عبادت و ریاضت کرلے معلوم نہیں کہ وہ شرفِ قبولیت پا سکے گی یا نہیں، لیکن اگر وہ عبادات کے ساتھ اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں بھی کرے تو اللہ عزوجل مانگنے والوں کو محبوب رکھتا ہے، وہ اس کی بخشش کا سامان پیدا فرما دیتا ہے۔

شرائطِ دعا

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرنے والے بندے کی دعا کو ضرور سنتا اور قبول فرماتا ہے، بلکہ اس رحیم وکریم ذات نے اپنے بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔(۲)

"اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔"

ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی

(۱) مسلم، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل أویس قرنی رضی اللہ عنہ، ۴: ۱۹۶۸، رقم: ۲۵۴۲

(۲) البقرة، ۲: ۱۸۶

خلاف ورزی نہیں فرماتا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے وعدے میں سچا ہے تو پھر بسا اوقات دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ دعا کی بظاہر عدم قبولیت پر غور وخوض سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی بعض دعائیں کسی نہ کسی حکمت کی بناء پر قبول نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کسی حکمت کی وجہ سے اپنے بندے کی کوئی ایسی دعا قبول نہیں فرماتا جس کے نتیجے میں اسے شرمندگی یا مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت و رحمت کی نشانی ہے۔

حضور سیدنا غوث الاعظم عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ (۴۷۰۔۵۶۱ھ) ''فتوح الغیب'' میں فرماتے ہیں: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مقبولیتِ دعا کی تاخیر کی وجہ سے اپنے رب سے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے کہتے ہو کہ مخلوق سے سوال کرنا تو ہم پر حرام کر دیا گیا ہے اور خدا سے سوال کرنا فرض قرار دیا گیا۔ لیکن جب ہم اُس سے دعا کرتے ہیں تو وہ قبول نہیں فرماتا۔ اس بارے میں تم سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم آزاد ہو یا غلام ہو؟ اگر تم خود کو آزاد بتاتے ہو تو کافر ہو اور اگر غلام کہتے ہو تو تم سے کہا جاتا ہے کہ تم قبولیتِ دُعا کی تاخیر پر اپنے آقا پر کیوں تہمت لگاتے ہو۔ اور جو اپنی مخلوق کے تمام احوال سے باخبر ہے اس کی رحمت وحکمت میں جو تمہارے اور مخلوق کے لئے عام ہے مشکوک کیوں ہو؟''(۱)

اور اگر تم خدا پر الزام نہ لگاتے ہوئے تاخیرِ دعا کے سلسلے میں اس کی حکمت و مصلحت اور ارادے کا اعتراف و اقرار کرتے ہو تو تم پر خدا کی شکر گذاری واجب ہے۔ اس لئے کہ اس نے تمہارے لئے صالح اور بہتر شے کو اختیار کر کے اس میں سے فساد کو دور کر دیا۔ لہٰذا اگر ایسی شکل میں بھی تم اس کو مورد الزام ٹھہراتے ہو ہو تو اپنے اس اتہام کی وجہ سے تم کافر ہو۔ اس لئے کہ تم اس کی جانب ظلم کو منسوب کر رہے ہو۔ جب کہ نہ تو وہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم کو پسند فرماتا ہے۔ اور کسی پر اس کا ظلم کرنا اس وجہ سے بھی محال ہے کہ وہ مالک ہے اور جو کسی شئے کا مالک ہوتا ہے اس کے نام کے ساتھ ظلم

---

(۱) عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب: ۸۷

کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ ظالم اس کو کہتے ہیں کہ جو بلا اجازت کسی کی ملکیت میں تصرف کرتا ہو۔ لہٰذا تمہارے لئے خدا تعالیٰ کے فعل میں ناراضگی کا راستہ مسدود کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ شئے ظاہری اعتبار سے تمہاری طبیعت نفسانی خواہشات کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود تمہارے لئے صبر و شکر اور مواقف ضروری ہے۔ اور تمہیں اظہارِ ناراضگی ،بہتان طرازی اور رعونتِ نفس پر قیام کو ترک کر دینا چاہیے۔ اور وہ خواہشات جو تمہیں خدا کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہیں ان سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ اور ہمیشہ صدق دلی و التجا کے ساتھ دعاؤں میں مشغول رہتے ہوئے اپنے رب سے حسنِ ظن کے ساتھ کشادگی اور اس کے وعدہ کی صداقت کا انتظار کرتے رہو۔ اور اس سے شرم و غیرت کے ساتھ اس کے احکام کی موافقت اور اس کی وحدانیت کا تحفظ کرتے رہو اور تعمیلِ احکام میں عجلت سے کام لیتے ہوئے قضا و قدر کے نزول کے وقت مردہ بن جاؤ۔ اور اگر تم خدا پر بہتان طرازی اور بدظنی کو جزوِ لازم تصور کرتے ہو تو اس کا محرک صرف تمہارا نفس ہے۔ جو خدا کی نافرمانی اور برائیوں کا حکم دینے والا ہے اس لئے بہتان اور اتہام کا خدا کے بجائے وہ خود مستحق ہے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کے بجائے اپنے ہی نفس کی طرف ظلم کو منسوب کرنا زیادہ انسب ہے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ نفس کی موافقت و محبت اور اس کی رضا مندی اور اس کی بات تسلیم کرنے سے گریزاں رہو۔ کیونکہ وہ خدا اور تمہارا دونوں کا دشمن ہے اور جو خدا کا اور تمہارا دشمن ہوگا وہ شیطان لعین کا دوست، اس کا جاسوس اور جانشین ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے خائف رہو۔ خائف رہو۔ پرہیز کرتے رہو۔ پرہیز کرتے رہو۔ نجات حاصل کرو اور تمہیں چاہیے کہ ظلم و اتہام کو اپنے نفس کی جانب منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھو:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ○ (۱)

(۱) النساء، ۴:۱۴۷

''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ (ہر حق کا) قدر شناس ہے (ہر عمل کا) خوب جاننے والا ہےo''

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات و احادیث موجود ہیں لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اپنے نفس کے دُشمن بن کر ہمیشہ اس سے جھگڑا کرتے رہو اور سپاہی بن کر تلوار لئے ہوئے اس سے جنگ کرو۔ کیونکہ یہی خدا کے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

''اے داؤد! خواہشات نفس کو ترک کر دو۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر مجھ سے جھگڑا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔''(۱)

احادیثِ مبارکہ میں قبولیتِ دعا کی کچھ شرائط بیان ہوئی ہیں مثلاً حرام کھانے پینے سے بچنا، غفلت اور سستی کا مظاہرہ نہ کرنا اور جلد بازی سے گریز کرنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ چند اہم شرائط احادیث کی روشنی میں درج ذیل ہیں:

۱۔ دعا میں اخلاصِ نیت

رحمتِ الٰہیہ پر ایمانِ کامل اور اخلاص کے ساتھ دستِ دعا دراز کرنا قبولیتِ دعا کی اولین شرط ہے۔ جس طرح دیگر عبادات میں اخلاص ضروری ہے اسی طرح دعا کی قبولیت کا انحصار بھی اخلاص پر ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵ لا حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِo(۲)

''حالانکہ انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لئے اپنے دین کو خالص

(۱) عبد القادر جيلانى، فتوح الغيب: ۸۸

(۲) البينة، ۹۸: ۵

کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، (ہر باطل سے جدا ہو کر) حق کی طرف یکسوئی پیدا کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہےo‘‘

دعا کی قبولیت کے باب میں خدائے رحمان کی رحمت پر ایمان اور یقین ضروری ہے جس قدر اس کی رحمتِ عامہ پر ایمان اور ایقان راسخ ہوگا اسی قدر دعا جلد قبول ہوگی۔ قرآن حکیم نے بھی قبول دعا کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ (۱)

’’وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم اس کی عبادت اُس کے لئے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو‘‘

کتبِ سماویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ رحمتِ حق کا دریا ہر اس شخص کے لئے موجزن ہے جو اس کا متلاشی اور پیاسا ہو۔ قدرت خود مانگنے کے طریقے سکھاتی ہے اور صرف طریقے ہی نہیں بلکہ دعا کے الفاظ بھی عطا فرماتی ہے۔ جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں بھول ہوگئی تو روئے زمین پر اترنے کے بعد بے بسی کے عالم میں ان کی نگاہیں رحمتِ خداوندی کی طرف اٹھی۔ نگاہ کے اٹھنے کی دیر تھی کہ رحمتِ الٰہی نے آگے بڑھ کر دستگیری کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کلماتِ مغفرت سیکھنے کی طلب کی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوا:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُo (۲)

’’پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے (عاجزی اور معافی کے) چند کلمات سیکھ

(۱) المؤمن، ۴۰: ۶۵

(۲) البقرہ، ۲: ۳۷

لئے پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرما لی، بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہےo‘‘

تجربہ شاہد ہے کہ بے توجہی سے جو کام کیا جائے وہ کبھی پایہ تکمیل کونہیں پہنچتا۔ اس لئے دعا میں بھی توجہ اور شوق کا ہونا ازبس ضروری ہے۔اس کی تائید درج ذیل حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ادْعُوا اللهَ وَ أَنْتُم مُوقِنُونَ بِالإِجَابَةِ، وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعاءً من قَلْبِ غَافِلٍ لَاهٍ۔(1)

’’اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعا قبول نہیں فرماتا۔‘‘

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کسی ریاکار اور دل لگی کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا بلکہ اس دعا کو قبول کرتا ہے جو سائل کے دل سے نکلے۔‘‘(2)

لہٰذا بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحمتِ الٰہیہ سے کبھی مایوس نہ ہو۔جب پرُ امید ہو کر خالصۃً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی جائے گی تو قبول ہوگی۔

امام قشیری علیہ الرحمۃ اس حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں: ’’حضرت موسیٰ

(1) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب جامع الدعواتِ عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۵: ۴۶۵، رقم: ۳۴۷۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۸، رقم: ۶۶۵۵

(2) ۱۔ بخاری، الأدب المفرد، ۲: ۶۵

۲۔ ابن مبارك، الزهد: ۸۳

علیہ السلام ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یا الٰہی! اگر تیرے اس بندے کی حاجت میرے پاس ہوتی تو میں پوری کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی۔ اے موسیٰ! میں تم سے زیادہ اس پر رحم کرنے والا ہوں مگر وہ پکارتا مجھے ہے اور اس کا دل اپنی بکریوں میں اٹکا ہوا ہے۔ میں کسی ایسے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل میرے سوا کسی اور کے پاس ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس شخص سے کہہ دی۔ پھر اس نے خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دل سے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوئی۔‘‘

امام قشیری علیہ الرحمۃ ہی کی نقل کردہ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ’’کیا بات ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں مگر ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ انہوں نے فرمایا: اس لئے کہ تم ایسے خدا کو پکارتے ہو جسے تم پہچانتے ہی نہیں۔‘‘[1]

۲۔ رزقِ حلال

قبولیتِ دعا کے لئے رزقِ حلال شرط ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ج وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى○[2]

’’(اور تم سے فرمایا) ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جن کی ہم نے تمہیں روزی دی ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب واجب ہو جائے گا، اور جس پر میرا غضب واجب ہو گیا سو وہ واقعی ہلاک ہو گیا۔‘‘

ایک مقام پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

(۱) قشيري، الرسالة القشيرية: ۲۶۷

(۲) طه، ۲۰: ۸۱

يا سعد! أطب مطعمک تکن مستجابَ الدّعوة۔[۱]

''اے سعد! اپنی کمائی پاک رکھو تمہاری دعا قبول ہوگی۔''

حدیثِ نبوی ﷺ سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جب تک انسان کا کھانا پینا پاکیزہ اور حلال نہ ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ موجودہ زمانے میں دعا کے قبول نہ ہونے کا ایک سبب اکلِ حرام بھی ہے۔ حرام کھا کر رَبَّنَا (اے ہمارے پالنے والے) کہہ کر اللہ کے حضور دستِ دعا دراز کرنا خلافِ ادب بلکہ سوءِ ادب ہے۔ ہمارے اسلاف اکلِ حلال کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اس لئے ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا اور فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں اور فرمایا: اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ پھر آپ ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے یا رب! یا رب اور اس کا کھانا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو، اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟''[۲]

امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰۔۵۰۵ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''ایک بار بنی اسرائیل میں قحط پڑا۔ لوگوں نے بار بار نمازِ استسقاء

(۱) هيثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۹۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الکسب الطيب و تربيتها، ۲: ۷۰۳، رقم: ۱۰۱۵

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب تفسير القرآن، باب و من سورة البقرة، ۵: ۹۵، رقم: ۲۹۸۹

پڑھی لیکن دعا قبول نہ ہوئی۔ ان کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں سے کہیئے: تم دعا کے لئے تو نکلے ہو لیکن تمہارے بدن ناپاک، پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں اور ہاتھ ناحق خون سے آلودہ ہیں۔ جب اس حال میں تم نکلے ہو تو میرا غصہ تم پر اور بڑھ گیا ہے۔ اس لئے میرے سامنے سے دور رہو۔''(۱)

۳۔ گناہوں سے توبہ کرنا

اکثر دعاؤں کے رد ہونے کا سبب دل کی غفلت اور گناہوں کی ظلمت ہے۔ اس لئے دعا مانگنے سے پہلے بارگاہِ الٰہیہ میں معافی مانگنا، اپنے گناہوں کا اقرار کرنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا قبولیتِ دعا کے لئے لازمی شرط ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحاً وَّ اٰخَرَ سَيِّئًاط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO(۲)

''اور دوسرے وہ لوگ کہ (جنہوں نے) اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے انہوں نے کچھ نیک عمل اور دوسرے برے کاموں کو (غلطی سے) ملا جلا دیا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرما لے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہےO''

امام غزالی علیہ الرحمۃ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کرتے ہیں: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک سخت قحط پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ بارش کے لئے دعا کرنے نکلے مگر بارش نہ برسی۔ پھر آپ علیہ السلام تین دن باہر دعا کے لئے جاتے رہے اور بارش نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم میں سے ایک

(۱) غزالی، کیمیائے سعادت: ۱۹۷

(۲) التوبہ، ۹: ۱۰۲

چغل خور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے اس شخص کے متعلق بتا دے۔ تا کہ میں اس کو نکال دوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں چغلی کھانے سے منع کرتا ہوں تو خود یہ کام کیسے کروں؟ چناچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام لوگوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ وہ چغل خوری سے توبہ کریں۔ جب سب نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش سے سرفراز فرمایا۔‘‘(۱)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ تمام شرائط کو ملحوظِ خاطر رکھ کر مانگی جائے اور بندے کے حق میں اس کی قبولیت بہتر ہو، کیونکہ اگر وہ داعی کے حق میں باعثِ نفع نہ ہو تو تمام شرائط پوری کرنے کے باوجود بھی شرفِ قبولیت نہیں پا سکتی۔

آدابِ دعا

دعا کے بہت سے آداب ہیں جن کو بجالانا اور ان کا خیال رکھنا سائل اور داعی کے لئے لازمی امر ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے آدابِ دعا کو ظاہری اور باطنی آداب میں تقسیم کیا ہے۔ باطنی آداب میں توبہ، حضورِ قلب، اللہ پر توکل اور نا امیدی سے دوری شامل ہیں جبکہ ظاہری آداب میں نماز، روزہ، صدقہ و خیرات، طہارت، قبلہ رو ہونا، خوشبو لگانا، پست آواز، ہاتھوں کو اٹھانا، دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنا، حمد و ثنا اور درود و سلام کو مقدم رکھنا ضروری تقاضے ہیں۔(۲)

آداب مذکورہ میں سے چند آداب کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ قبلہ رُو ہو کر دعا کرنا

قبلہ فضیلت والی جہت ہے جس طرح نماز میں قبلہ رخ منہ کرنا شرط ہے اس

(۱) غزالی، کیمیائے سعادت: ۱۹۷

(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۳۶۵

طرح دعا میں بھی قبلہ رو ہونا آدابِ دعا میں سے ایک ادب ہے۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''غزوۂ بدر کے دن حضور نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر باآوازِ بلند اپنے رب سے یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ، أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي. اَللّٰهُمَّ، آتِ مَا وَعَدْتَنِي. اَللّٰهُمَّ، إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ۔ (۱)

''اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ! تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما، اے اللہ! اہلِ اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔''

آپ ﷺ ہاتھ پھیلا کر باآواز بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتی کہ آپ ﷺ کے شانوں سے چادر گر گئی۔

۲۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیوں کو منہ کی جانب کر کے دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری اور خاکساری کا اظہار ہے۔ یہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

دَعَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ۔ (۲)

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر وإباحة الغنائم، ۳: ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، رقم: ۱۷۶۳

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب الدعوات، باب رفع الأيدي فی الدُّعَاءِ، ۵: ۲۳۳۵، رقم: ۵۹۸۱

"حضور نبی اکرم ﷺ نے (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی بغل مبارک کی سفیدی دیکھی۔"

۳۔ خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کرنا

اپنے اوپر خوف وخشیت کی کیفیت طاری کر کے، خشوع و خضوع کے ساتھ گڑگڑا کر دعا مانگنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ غم و یاس کے بادل جو دل و دماغ پر چھائے ہوتے ہیں وہ اشک بن کر برسنے لگتے ہیں اور دکھ درد کی تلخی کم ہو جاتی ہے۔ تضرع اور عجزو نیاز میں خوف اور طمع کے جذبات اپنی پوری شدت کے ساتھ کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ خوف اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کے احساس کا نتیجہ ہوتا ہے اور یوں حصولِ مغفرت کے طمع کی وجہ سے انسان رحمتِ الٰہی کا زیادہ سے زیادہ مشتاق اور امیدوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دونوں طریقوں سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔ (۱)

"تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو۔"

حضرت ابو دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "جب گنہگار روتا ہے تو یوں سمجھو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا پیغام پہنچا دیا اور اس کے آنسو اس کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں اور اس کے قلب کے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں۔" (۲)

۴۔ قبولیّتِ دعا میں عجلت اور بے صبری نہ کرنا

دعا کا ایک اہم ترین ادب یہ ہے کہ دعا مسلسل جاری رکھی جائے اور تاخیرِ

(۱) الاعراف، ۷: ۵۵

(۲) قشيري، الرسالة القشيرية: ۲۷۰

قبولیت کی بنا پر دلبرداشتہ اور نا امید نہ ہوا جائے کیونکہ سائل کو علم نہیں کہ دعا کے فوری قبول نہ ہونے میں کیا مصلحت ہے؟ یا اس کے ذریعے کوئی اور مصیبت ٹالی گئی ہے یا اسے آخرت کے لئے اجر کا ذخیرہ بنا دیا گیا ہے؟ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، يَقُوْلُ: دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجِبْ لِي۔ (۱)

’’تم میں سے کسی شخص کی دعا تب قبول ہوتی ہے جب وہ (دعا مانگنے میں) جلدی نہیں کرتا (اور یہ نہیں) کہتا کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی (لہٰذا مایوس ہوکر دعا نہ چھوڑ بیٹھے)۔‘‘

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُلِحِّيْنَ فِي الدُّعَاءِ۔ (۲)

’’بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ دعا میں اصرار کے ساتھ مانگنے والے کو پسند فرماتا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوت، باب يُسْتَجَابُ للعَبْدِ مَا لَمْ يَعْجَلْ، ۵: ۲۳۳۵، رقم: ۵۹۸۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب بيانه أنه يستجاب للداعی ما لم يعجل فيقول: دعوت فلم يستجبلی، ۴: ۲۰۹۵، رقم: ۲۷۳۵

(۲) بیہقی، شعب الإيمان، ۲: ۳۸، رقم: ۱۱۰۸

اللہ تعالیٰ اپنے بعض پیارے اور محبوب بندوں کی آہ و بکاء اور پکار کو بار بار سننا پسند فرماتا ہے۔ امام قشیری علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ بن سعید قطان علیہ الرحمۃ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو عرض کیا: یا الٰہی! میں کب تک تجھے پکارتا رہوں گا اور تو میری پکار سنے گا؟ جواب ملا اے یحییٰ! یہ اس لئے ہے کہ مجھے تمہاری آواز پسند ہے۔(۱)

۵۔ دعا کے اوّل اور آخر میں درود پڑھنا

حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا بجائے خود ایک دعا ہے۔ اگر اسے دعا سے پہلے پڑھا جائے تو یہ قبولِ دعا میں کنجی کا کام کرتا ہے۔ بہت سی احادیث مبارکہ میں دعا سے پہلے درود پڑھنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے سنا جبکہ اس نے نہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے جلدی کی، پھر اسے بلا کر اس سے یا کسی دوسرے سے فرمایا:

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيدِ رَبِّهِ جَلّ و عزّ والثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَاءَ۔(۲)

”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثنا سے ابتدا کرے۔ پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے اور اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الأَرْضِ، لا يُصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى

(۱) قشيري، الرسالة القشيرية: ۲۶۵، ۲۶۶

(۲) أبو داؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب الدعاء، ۱: ۵۵۰، رقم: ۱۴۸۱

تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّکَ۔ (۱)

”دعا، زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اور اوپر کی طرف نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) جب تک تو اپنے نبی مکرّم ﷺ پر درود نہ بھیجے۔“

٦۔ دعا کا حمد وثناء سے شروع کرنا

اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا یہ تقاضا ہے کہ دعا سے پہلے اس کی حمد و ثناء اور صفات بیان کی جائیں۔ قرآنِ حکیم میں بکثرت ایسی دعائیں موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (۲)

”اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے ○“

اس طرح سورۂ فاتحہ کی ابتدائی آیات بھی حمد و ثناء پر مشتمل ہیں۔ بہت سی احادیثِ مبارکہ میں دعا سے پہلے حمد وثناء کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ بھی دعا سے پہلے حمد و ثناء کے کلمات کہتے تھے۔ حضرت سلمہ بن الأکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو کبھی نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہے ہوں:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ الأعلى الوهّاب۔ (۳)

”میرا رب بلند، اعلیٰ اور عطا کرنے والا پاک ہے۔“

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصّلاة على النّبی ﷺ، ۱: ۴۹٦، رقم: ۴۸٦

(۲) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۳) ۱۔ حاکم، السمتدرك، ۱: ٦٧٦، رقم: ۱۸۳۵

۷۔ دعائیہ کلمات تین بار کہنا

دعا کو اگر دو یا تین مرتبہ دہرایا جائے تو اس سے کیفیتِ گریہ و زاری ظاہر ہوتی ہے۔ تین سے زیادہ مرتبہ دہرانا بھی درست ہے مگر افضل تین مرتبہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَدْعُوَ ثَـلَاثًا وَ يَسْتَغْفِرَ ثَـلَاثًا۔ (۱)

”بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین مرتبہ دعا اور تین مرتبہ استغفار کرنا پسند فرماتے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکرار، طوالت اور بالکل واضح الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ الٰہی! میرا ہر گناہ معاف کردے تو یہ مختصر دعا ضرور ہے مگر دعا میں بندگی، عاجزی، گریہ و زاری کے ساتھ طوالت نہیں ہونی چاہیے۔ جتنی زیادہ عاجزی اور گریہ و زاری کا اظہار کیا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ خوش ہوگا۔

۸۔ دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا

دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث سے ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ، لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ۔ (۲)

.... ۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۷: ۲۰، رقم: ۶۲۵۳

(۱) أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب فى الاستغفار، ۱: ۵۶۴، رقم: ۱۵۲۴

(۲) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما جاء فى رَفع الأيدي عند الدُّعَاءِ، ۵: ۴۶۳، رقم: ۳۳۸۶

۲۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۷۱۹، رقم: ۱۹۶۷

”حضور نبی اکرم ﷺ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اپنے چہرہ اقدس پر پھیرنے سے پہلے (ہاتھ) نیچے نہ چھوڑتے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَعَوْتَ اللهَ فَادْعُ بِبُطُوْنِ كَفَّيْكَ وَلَا تَدْعُ بِظُهُوْرِهِمَا فَإِذَا فَرَغْتَ فَامْسَحْ بِهِمَا وَجْهَكَ۔(۱)

”جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلیوں سے دعا کیا کرو نہ کہ ان کی پشت سے اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو منہ پر مل لو۔“

۹۔ نیک اَعمال کو یاد کرنا

دعا مانگتے وقت اپنی کسی گزشتہ نیکی کو یاد کرنا اور اس کو وسیلہ بنا کر مانگنا یقیناً دعا کی قبولیت کا ضامن ہے۔ اس کا ثبوت درج ذیل حدیث مبارکہ سے ملتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضي اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ایک مرتبہ تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا۔ انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی۔ اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ گری اور یہ لوگ بند ہوگئے، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا تم لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیک اعمال کئے ہیں ان کو یاد کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ سو ان میں سے ایک نے یہ دعا کی۔ اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میری بیوی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چراتا تھا، جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا، ایک دن

(۱) ابن ماجة، السنن، كتاب الدعاء، باب رفع اليدين فى الدعاء، ۴: ۳۲۲، رقم: ۳۸۶۶

درختوں نے مجھے دور پہنچا دیا اور میں رات سے پہلے نہ لوٹ سکا، جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے، میں نے حسبِ معمول دودھ دوہا اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ میں ان کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی ناپسند کرتا تھا حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے، فجر ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یونہی معاملہ رہا۔ اے اللہ! یقیناً تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا۔ تو ہمارے لئے کچھ کشادگی کردے (اس دعا کے بعد) انہوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی جس سے میں جنون کی حد تک محبت کرتا تھا جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔ میں نے اس سے مباشرت کی درخواست کی۔ اس نے انکار کیا اور کہا پہلے سو دینار لاؤ۔ میں نے مشقت کرکے سو دینار جمع کئے۔ میں اس کے پاس وہ دینار لے کر گیا۔ جب میں اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کے لئے بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور ناجائز طریقہ سے مہر نہ توڑ۔ سو میں اسی وقت اس سے الگ ہوگیا۔ اے اللہ! تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ فعل تیری رضا مندی کے لئے کیا تھا۔ پس تو ہمارے لئے اس غار کو کچھ کھول دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے غار کو (مزید) کھول دیا اور تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک شخص کو ایک فرق (ایک پیمانہ آٹھ کلو گرام) چاولوں کی اجرت پر رکھا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کرلیا تو اس نے کہا: میری اجرت دو، میں نے اس کو مقررہ اجرت دے دی۔ اس نے اسے لینے سے انکار کردیا۔ میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا حتی کہ میں نے اس (کی آمدنی) سے بیل اور چرواہے جمع کرلئے پھر ایک دن وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اللہ سے ڈرو اور میرا حق نہ مارو۔ میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے لے جاؤ اور اپنا حق لے لو۔ اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ

مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا یہ بیل اور چرواہے لے لو۔ وہ ان کو لے کر چلا گیا۔ تجھ کو یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا۔تو اب غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دے۔ سو اللہ نے غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دیا۔‘‘(۱)

مقبول ترین اَوقاتِ دعا

اللہ تعالیٰ نے بعض اوقات کو مقبولیت کے اعتبار سے بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اگر ان اوقات کے اندر دعا مانگی جائے تو قبولیتِ دعا کی غالب امید ہے۔ چند افضل اوقات درج ذیل ہیں۔

ا۔ سحری کا وقت

دعا کے لئے رات کا وقت بالعموم اور سحری کا وقت بالخصوص شرفِ قبولیت کا ہے۔ سحری کے وقت دعا اور استغفار کرنا اللہ کے نیک بندوں کی صفات میں سے ہے۔قرآنِ مجید ان بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِo(۲)

’’اور (یہ لوگ) رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیںo‘‘

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَo(۳)

’’وہ راتوں کو تھوڑی سی دیر سویا کرتے تھےo‘‘

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الذکر و الدعاء، باب قصة أَصحَابِ الغارِ الثلاثة و التوسُّل بِصَالِحِ الأعمال، ۴: ۲۰۹۹، رقم: ۲۷۴۳

(۲) آل عمران، ۳: ۱۷

(۳) الذّٰريٰت، ۵۱: ۱۷

۲۔ عرفہ کا دن

دعا کی قبولیت کے حوالے سے یومِ عرفہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن رب کائنات اپنے بندوں کو خصوصی رحمت سے نوازتا ہے۔ ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ۔ (۱)

”بہترین دعا یومِ عرفہ کی دعا ہے۔“

یومِ عرفہ کی دعا کی قبولیت صرف میدان عرفات کے ساتھ خاص نہیں، دعا کا اس دن میں کیا جانا ضروری ہے خواہ کہیں پر ہو، البتہ میدانِ عرفات میں دعا کرنے کو مکانی وزمانی دونوں طرح کی فضیلت حاصل ہے۔

۳۔ رمضان کا مہینہ

اللہ تعالیٰ نے بعض مہینوں کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ انہی میں ایک رمضان کا مہینہ ہے۔ جس میں رحمتوں اور عطاؤں کی بارش ہوتی ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إذا دخل رمضانُ فتّحت أبوابُ الجنّة وغُلّقت أبوابُ جهنّمَ وسُلسِلَتِ الشّياطينُ۔ (۲)

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب فی فضل لاحول و لا قوة إلّا بالله، ۵: ۵۴۱، رقم: ۳۵۸۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، ۳: ۱۱۹۴، رقم: ۳۱۰۳

←

''جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ وَ أَشْفَقَ مِنْهُ۔ (۱)

''جب ماہِ رمضان شروع ہوتا تو آپ ﷺ کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور آپ ﷺ نمازوں کی مزید کثرت کر دیتے اور اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرتے اس ماہ میں نہایت محتاط رہتے۔''

رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں دعا کی قبولیت کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔

۴۔ جمعہ کا دن

جمعہ کے روز قبولیت کی ایک ساعت ایسی آتی ہے جس میں دعا کی جائے تو یقینی طور پر قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس کو مسلمان نماز کے دوران پا لے تو اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اس کو پا لے گا۔''(۲)

------ ۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان، ۲: ۷۵۸، رقم: ۱۰۷۹

(۱) بیهقی، شعب الإیمان، ۳: ۳۱۰، رقم: ۳۶۲۵

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الجمعه، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعه، ۲: ۵۸۳، ۵۸۴، رقم: ۸۵۲

۵۔ سجدہ کی حالت

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی عاجزی بہت پسند ہے۔ سجدہ کمالِ عجز کا مظہر ہے۔اس کیفیت میں جب بندہ مولا سے مانگتا ہے تو وہ اس کے دامن مراد کو بھر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَ هُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ۔(۱)

’’بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو۔‘‘

٦۔ اذان اور اِقامت کے درمیان

اذان اور اقامت کا درمیانی عرصہ اللہ کو بڑا محبوب ہے۔اس دوران بندہ جماعت کے انتظار میں بیٹھا اپنے مولا کو یاد کرتا ہے،اس کا سارا دھیان عبادت الٰہی کی طرف مرکوز ہوتا ہے۔لہٰذا اس کیفیت میں کی گئی دعا کبھی رد نہیں ہوتی، اللہ عزوجل ضرور قبول فرماتا ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعاء لا يُرَدُّ بين الأذان و الإقامة۔(۲)

’’اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب ما یقال فی الرکوع و السجود، ۱: ۳۵۰، رقم: ۴۸۲

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی الرکوع و السجود، ۱: ۳۳۲، ۳۳۳، رقم: ۸۷۵

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی أن الدعاء لا یردُّ بین الأذان و الإقامة، ۱: ۲۵۳، رقم: ۲۱۲

اس قبولِ دعا کی وجہ یہ ہے کہ اذان کے وقت شیاطین دور بھاگتے ہیں اور لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف بدرجۂ اولیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس وقت دعا قبول ہونے کی کافی اُمید ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مرض وفات میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں صف باندھے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اے لوگو! بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لئے کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا۔ رہا رکوع تو اس میں **سُبحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ** کہو اور سجدہ میں خوب کوشش سے دعا مانگو امید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔‘‘(۱)

۸۔ فرض نماز کے بعد

فرض نمازوں کے بعد دعا کی مقبولیت احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا (یا رسول اللہ!) کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری حصے میں (کی گئی دعا) اور فرض نمازوں کے بعد (کی گئی دعا جلد مقبول ہوتی ہے)۔‘‘(۲)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ

---

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الصلوة، باب النهی عن قراءَ ةِ القرآن فی الرکوع والسجود، ۱: ۳۴۸، رقم: ۴۷۹

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوت، باب ما جاء فی عَقْدِ التسبيح بِالْيَدِ، ۵: ۴۷۹، رقم: ۳۴۹۹

عَلَی کُلِّ شَيءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔(۱)

’’نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جسے تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے میں دولت نفع نہیں دے گی۔‘‘

حضرت عمرو بن میمون الاودی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما اپنے صاحبزادوں کو ان کلمات کی ایسے تعلیم دیتے جیسے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے اس کے بعد فرماتے: ’’بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَ أَعُوذُبِکَ أَنْ أُرَدَّ إِلَی أَرْذَلِ الْعُمْرِ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا، وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ۔(۲)

’’اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب، صفة الصلاة، باب، الذکر بعد الصلاة، ۱: ۲۸۹، رقم: ۸۰۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب: المساجد ومواضع الصلاة، باب: استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفة، ۱: ۴۱۴۔۴۱۵، رقم: ۵۹۳

(۲) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب: الجھاد والسیر، باب: مایتعوذ من الجبن، ۳: ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹، رقم: ۲۶۶۷

۲۔ ترمذي، الجامع الصحیح، کتاب: الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: في دعاء النبي وتعوذه في دبر کل صلاة، ۵: ۵۲۸، رقم: ۳۵۶۷

ذلت کی زندگی کی طرف لوٹایا جاؤں اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں) جب میں نے یہ حدیث حضرت مصعب (بن سعد) کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔‘‘

فرض نمازوں کے بعد کی قرآنی دعائیں

ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کرتے وقت ان قرآنی دعاؤں کو شامل کریں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں اور جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ان میں سے چند منتخب دعائیں درج ذیل ہیں:

ا۔ بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ قرآن حکیم کی سب سے پہلی اور سوائے سورۃ توبہ کے ہر سورۃ کے ساتھ دہرائی جانے والی تمہید ہے۔ یہ بھی ایک دعا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى فَادۡعُوۡهُ بِهَا‌ ۖ وَذَرُوا الَّذِيۡنَ يُلۡحِدُوۡنَ فِىۡۤ اَسۡمَآئِهٖ‌ ؕ سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ (۱)

’’اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، سو اسے ان ناموں سے پکارا کرو اور ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے انحراف کرتے ہیں عنقریب انہیں ان (اعمالِ بد) کی سزا دی جائے گی جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۝‘‘

اس لیے ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی تلاوت سے نہ صرف کام میں برکت ہوتی ہے بلکہ تلاوت کرنے والا ناجائز کام کرنے سے بھی بچ جاتا ہے۔

(۱) الاعراف، ۷: ۱۸۰

۲۔ سورۃ الدّعا

سورۃ فاتحہ جو پورے قرآن کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور معارفِ قرآن کے لئے تمہید کا کام دیتی ہے۔ اس کا نہ صرف نصف حصہ دعا پر مشتمل ہے بلکہ یہ سورت ہی دعا کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے دعائیہ وصف کی وجہ سے ہی اس کے آخر میں آمین کا اضافہ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ کسی اور سورت کے آخر میں یہ التزام نہیں ہے۔ مزید برآں اس سورت کا ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (۱)

''بہترین ذکر ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ'' اور بہترین دعا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' ہے۔''

۳۔ دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (۲)

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی (سے نواز) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ ○''

---

(۱) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، کتاب الدعوات عن رسول الله، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ۵: ۴۶۲، رقم: ۳۳۸۳

۲۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الأدب، باب فضل الحامدين، ۲: ۱۲۴۹، رقم: ۳۸۰۰

(۲) البقرة، ۲: ۲۰۱

۴۔ استقامت اور ثابت قدمی کے لئے

۱۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ج اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ٥(۱)

”(اور عرض کرتے ہیں:) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے٥“

۲۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ٥(۲)

”اے ہمارے رب! تو ہم پر صبر کے سرچشمے کھول دے اور ہم کو (ثابت قدمی سے) مسلمان رہتے ہوئے (دنیا سے) اٹھا لے۔“

۵۔ نقصان سے نجات کے لئے

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ٥(۳)

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے٥“

www.MinhajBooks.com

(۱) آل عمران، ۳: ۸
(۲) الاعراف، ۷: ۱۲۶
(۳) الاعراف، ۷: ۲۳

۶۔ نماز میں استقامت کے لئے

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ق رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ○ (۱)

’’اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے ○‘‘

۷۔ کینہ و بغض سے نجات کے لئے

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ ○ (۲)

’’اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ○‘‘

۸۔ مغفرت کے لئے

۱۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ○ (۳)

’’اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو (ہی) سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے ○‘‘

۲۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَانَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ

(۱) ابراہیم، ۱۴: ۴۰

(۲) الحشر، ۵۹: ۱۰

(۳) المؤمنون، ۲۳: ۱۰۹

اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا‌ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ‌ۚ وَاعۡفُ عَنَّا وقفه وَاغۡفِرۡ لَنَا وقفه وَارۡحَمۡنَا وقفه اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ۝ (۱)

’’اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا (بھی) بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ (بھی) نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اور ہمارے (گناہوں) سے درگزر فرما، اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۝‘‘

۹۔ نیک اور نرینہ اولاد کے لئے

رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً‌ ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ۝ (۲)

’’میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۝‘‘

۱۰۔ علم میں اضافہ کے لئے

رَبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا۝ (۳)

’’اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے۝‘‘

(۱) البقرہ، ۲: ۲۸۶

(۲) آل عمران، ۳: ۳۸

(۳) طہٰ، ۲۰: ۱۱۴

۱۱۔ آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّاﻕ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○[1]

”اے ہمارے رب! (ہم تجھے بھولے ہوئے تھے) سو ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا کہ (لوگو!) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتۂ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے○“

۱۲۔ اِنشراحِ صدر کے لئے

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ○ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○[2]

”(موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے ○ اور میرا کارِ (رسالت) میرے لئے آسان فرما دے ○ اور میری زبان کی گرہ کھول دے ○ کہ لوگ میری بات (آسانی سے) سمجھ سکیں○“

۱۳۔ فتح و نصرت کے لئے

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ○[3]

”اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری (مخالف) قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے○“

---

(۱) اٰل عمران، ۳: ۱۹۳

(۲) طٰہٰ، ۲۰: ۲۵-۲۸

(۳) الاعراف، ۷: ۸۹

۷۔ فرض نمازوں کے بعد کی مسنون دعائیں

ذیل میں چند ایسی دعائیں درج کی جاتی ہیں جو نہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ خود مانگا کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی تلقین فرماتے:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنا ہرگز نہ چھوڑنا:

اَللّٰهُم أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وحُسْنِ عِبَادَتِكَ وَأَوْصَى بِذَالِكَ مُعَاذٌ الصُّنَابِحِيَّ وَ أَوْصَى بِهِ الصُّنَابِحِيُّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ۔ (۱)

’’اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کی ادائیگی میں میری مدد فرما پھر حضرت معاذ نے اس دعا کی نصیحت صنابحی کو کی اور انہوں نے ابوعبدالرحمٰن کو نصیحت کی (کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنا)۔‘‘

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’آج رات میرا رب میرے پاس نہایت احسن صورت میں آیا ...... اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! جب آپ نماز ادا کر چکیں تو یہ دعا مانگیں:

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲: ۵۶۴، رقم: ۱۵۲۲

۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۳۲، رقم: ۹۹۳۷

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ تَرْکَ الْمُنکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِيْنِ، وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِکَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْکَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ۔ (۱)

''اے اللہ! میں تجھ سے اچھے اعمال کے اپنانے، برے اعمال کو چھوڑنے اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کو آزمانے کا ارادہ کرے تو مجھے اس سے پہلے ہی اپنے پاس بلا لے۔''

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''(حالتِ نماز میں) میں حضور نبی اکرم ﷺ کے عین پیچھے کھڑا ہوتا تھا۔ پس آپ ﷺ جب سلام پھیرتے تو فرماتے:

اللّٰهُمَّ، اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِي آخِرَهُ، اللّٰهُمَّ، اجْعَلْ خَوَاتِيْمَ عَمَلِي رِضْوَانَکَ. اللّٰهُمَّ، اجْعَلْ خَيْرَ أَيَّامِي يَوْمَ أَلْقَاکَ۔ (۲)

''اے میرے اللہ! میری عمر کا آخری حصہ بہترین بنا دے، اے میرے اللہ! میرے اعمال کا خاتمہ اپنی رضا پر کر، اے میرے اللہ! میرے دنوں میں سے بہترین دن اس کو بنا جس دن میں تیرے ساتھ ملاقات کروں۔''

۴۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں جب بھی فرض نماز یا نفل نماز میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو ان کلمات سے

---

(۱) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، کتاب تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ، باب ومن سورة ص، ۵: ۳۸۲، رقم: ۳۲۳۳

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۷۰۸، رقم: ۱۹۳۲

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۵۷، رقم: ۹۴۱۱

۲۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۸۰، رقم: ۱۹۶۲

دعا فرماتے ہوئے سنا جن میں آپ ﷺ نہ اضافہ فرماتے تھے اور نہ کمی:

اللَّهُمَّ، اغْفِرْلِي ذُنُوبِي وَخَطَايَايَ، اللَّهُمَّ، أَنْعِشْنِي وَاجْبُرْنِي وَاهْدِنِي لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي لِصَالِحِهَا وَلَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ۔(۱)

’’اے میرے اللہ! میری خطائیں اور گناہ بخش دے، اے میرے اللہ! مجھے (اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے) ہشاش بشاش کر دے اور میرے حال کو درست فرما اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی رہنمائی عطا فرما پس بیشک تیرے سوا ان نیک اعمال کی رہنمائی کوئی نہیں فرماتا اور نہ ہی تیرے سوا برے اعمال و اخلاق سے کوئی بچاتا ہے۔‘‘

۵۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی موجودگی میں حضرت کعب (احبار) رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھایا: ’’اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو چیر دیا۔ ہم نے تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو آپ علیہ السلام یوں دعا کرتے:

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً وَ أَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي، اللَّهُمَّ، إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي كَعْبٌ أَنَّ صُهَيْبًا حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَانَ يَقُولُهُنَّ عِنْدَ

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۲۰۰، رقم: ۷۸۱۱

۲۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۷۵، رقم: ۱۹۳۵

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۱۲

انْصِرَافِهِ مِنْ صَلَاتِهِ۔(۱)

’’اے اللہ! وہ دین جو میرے لئے ذریعہ نجات ہے اسے درست فرما دے اور میری دنیا جس میں میرا رزق ہے اس کی اصلاح فرما، اے اللہ! میں تیرے غضب سے تیری رضامندی کی پناہ طلب کرتا ہوں اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں۔ تو جو کچھ عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اور مال دار کا مال تیرے نزدیک کسی کام نہ آئے گا۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز ادا فرما لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ کلمات ارشاد فرماتے۔‘‘

۶۔ حضرت ابو زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد کہا کرتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَهُ. لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلَى کُلِّ شَيءٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ. لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ. وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَو کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ. وَقَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلَاةٍ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ نسائي، السنن، کتاب السهو، باب نوع آخر من الدعاء و عند الإنصراف من الصلاة، ۳: ۵۰، رقم: ۱۳۴۶
۲۔ طبراني، المعجم الکبير، ۸: ۳۳، رقم: ۷۲۹۸
۳۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۸: ۶۵، رقم: ۵۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بيان صفته، ۱: ۴۱۵، رقم: ۵۹۴

’’اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے، اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اللہ کے سوا کوئی غالب آنے والا اور قوت رکھنے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اور ہم سوائے اس کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اسی کی تمام نعمتیں ہیں اور اسی کے لئے فضل اور تمام اچھی تعریفیں ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا دین خالص ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناگوار گزرے۔‘‘

کن لوگوں کی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟

احادیثِ مبارکہ میں ایسے لوگوں کی نشان دہی کی گئی ہے جن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے وہ مستجاب الدعوات درج ذیل ہیں:

۱۔ مظلوم، مسافر اور والد کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَکَّ فِيْهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَ دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ۔(۱)

......۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم، ۲: ۵۵۸، رقم: ۱۵۰۶

۳۔ بيهقی، السنن الکبری، ۲: ۱۸۴، رقم: ۲۸۳۹

۴۔ طبرانی، کتاب الدعاء، ۱: ۲۱۶، رقم: ۶۸۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب البر و الصلة، باب ما جاء فی دعوةِ الوَالِدَيْنِ، ۳: ۴۶۹، رقم: ۱۹۰۵

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب الدعا بظهر الغيب، ۱: ۵۶۸، رقم: ۱۵۳۶

''تین (قسم کے لوگوں کی) دعائیں بلا شک و شبہ مقبول ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والد کی اپنے بیٹے کے لئے کی گئی بددعا۔''

۲۔ غائب کی دعا

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَکُ وَلَکَ بِمِثْلٍ۔(۱)

''جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو مقرر کردہ فرشتہ کہتا ہے تجھے بھی ایسے ہی نصیب ہو۔''

۳۔ روزہ دار اور عادل حکمران کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الصَّائِمُ حَتّٰی يُفْطِرَ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَ يَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَ يَقُولُ الرَّبُّ وَ عِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّکَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ۔(۲)

''تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی روزہ دار جب کہ افطار کرے، عادل حکمران

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، ۴: ۲۰۹۴، رقم: ۲۷۳۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۲، رقم: ۲۷۵۹۸

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب في العَفْوِ وَالْعَافِيَةِ، ۵: ۵۴۶، رقم: ۳۵۹۸

اور مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے بھی اوپر اٹھاتا ہے۔ اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو۔‘‘

علاوہ ازیں مجاہد، حاجی، بیمار اور عفوو درگزر کرنے والے کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

روزمرّہ کی چند مسنون دعائیں

روزمرّہ کی دعائیں جو مختلف مواقع پر حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمائیں اور جن کا صبح و شام مختلف اوقات میں مانگنا سنت ہے۔ ان میں سے چند منتخب دعائیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اذان کے بعد کی دعا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان سنے اسے چاہئے کہ یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ،آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوْداً الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۱)

’’اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما، اور انہیں مقامِ محمود پر فائز فرما، تو اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت حلال ہوگئی۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب الدُّعَاءَ عند الله أذن، ۱: ۲۲۲، رقم: ۵۸۹

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ، باب ما یقول إذا أذن المؤذن، ۱: ۲۵۲، رقم: ۲۱۱

۲۔ مسجد میں داخل ہونے کی دعا

حضرت ابو حمید ﷜ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ (۱)

اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔‘‘

۳۔ مسجد سے نکلنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔ (۲)

اے اللہ!: ’’میں تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں۔‘‘

۴۔ گھر میں داخل ہونے کی دعا

حضرت ابو مالک اشعری ﷜ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو کہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَ خَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللهِ وَ لَجْنَا،

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب ما يقول إذا دخل المسجد، ۱: ۴۹۴، رقم: ۷۱۳

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصلوة، باب ما يقول عند دخوله المسجد، ۱: ۳۴۷، رقم: ۳۱۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب ما يقول إذا دخل المسجد، ۱: ۴۹۴، رقم: ۷۱۳

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصلوة، باب ما يقول عند دخوله المسجد، ۱: ۳۴۷، رقم: ۳۱۴

وَ بِسْمِ اللهِ خَرَجْنَا، وَ عَلَى اللهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا، ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَهْلِهِ۔(۱)

’’اے اللہ! میں تجھ سے (گھر میں) داخل ہونے کی بھلائی مانگتا ہوں اور (گھر سے باہر) نکلنے کی بھلائی۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم نکلے اور اپنے رب پر ہم نے بھروسہ کیا پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔‘‘

۵۔ گھر سے باہر نکلنے کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھر سے باہر جاتے وقت یہ کلمات کہے جائیں:

بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔(۲)

’’اللہ کے نام سے (باہر جاتا ہوں) میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی قوت اسی (کی عطا) سے ہے۔‘‘

۶۔ بازار میں داخل ہونے کی دعا

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر بواسطہ والد اپنے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص بازار میں داخل ہو تو یہ کلمات کہے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي

---

(۱) أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فیمن دخل بیته ما یقول، ۴: ۳۲۰، رقم: ۵۰۹۶

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا خرجَ من بَیْتِهِ، ۵: ۴۲۶، رقم: ۳۴۲۶

وَيُمِيتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے وہی لائق ستائش ہے۔ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اس کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

۷۔ سفر کی دعا

حضرت علی ازدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہیں سفر پر جاتے تو سورۃ الزخرف کی درج ذیل آیت نمبر ۱۳ اور ۱۴ پڑھے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ ○ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ○ (۲)

پاک ہے وہ ذات جس نے اِس کو ہمارے تابع کر دیا حالانکہ ہم اِسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے○ اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں○"

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا دخل السُّوق، ۵: ۴۲۷، رقم: ۳۴۲۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب ما یقول إذا رکب إلی سفر الحج وغیرہ، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۲۔

۲۔ ترمذي، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا رکب دابة، ۵: ۴۴۳: رقم: ۳۴۴۶۔

۸۔ سفر سے واپسی کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج یا عمرہ ادا کرنے کے بعد سفر سے واپس تشریف لاتے تو یوں فرمایا کرتے تھے:

آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ (۱)

''ہم آنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔''

۹۔ قبروں کی زیارت کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور اہل قبور کو ان کلمات سے سلام فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ (۲)

''اے مومن اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اور بے شک ہم اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب العمرة، باب ما یقول إذا رجع من الحج أوالغزو، ۲: ۶۳۷، رقم: ۱۷۰۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب ما یقول إذا رکب إلی الحج وغیرہ، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۲

(۲) ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب ذِكْرِ الْحَوْضِ، ۴: ۵۶۴، رقم: ۴۳۰۶

۱۰۔ مریض کی عیادت کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بندہ کسی ایسے بیمار کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت نہ آچکا ہو تو وہ سات بار یوں کہے:

أَسْأَلُ اللهَ العظيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَشْفِيَکَ إِلَّا عُوفِيَ۔[۱]

''میں اللہ بزرگ و برتر اور عرش عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطا فرمائے۔''

۱۱۔ کھانا شروع کرنے کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُم فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ فَإِن نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ في أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَ آخِرَهُ۔[۲]

''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اللہ کا نام ضرور لے۔ اگر کھانے سے پہلے اللہ کا نام لینا بھول جائے تو بسم اللہ اولہ و آخرہ کہنا چاہیے۔''

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب طب، باب ما جاء فی التَّداوي بالعَسَل، ۳: ۵۹۳، رقم: ۲۰۸۳

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الأطعمة، باب التسمیه علی الطعام: ۳، ۳۵۶، رقم: ۳۷۶۷

۱۲۔ کھانے کے بعد کی دعا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ۔[1]

’’سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔‘‘

۱۳۔ کسی کے ہاں کھانا کھانے کی دعا

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اورانہوں نے کھانا تناول فرمانے کے بعد یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ، بَارِکْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔[2]

اے اللہ! ’’جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں برکت فرمایا: ان کی بخشش فرما، اوران پر رحم فرما۔‘‘

(۱) أبو داود، السنن، کتاب ألطعمة، باب ما يقول الرجل إذا طعم، ۳: ۳۸۱، رقم: ۳۸۵۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوى خارج النحر، و استحباب دعاء الضيف لأهل الطعام، ۳: ۱۶۱۵، رقم: ۲۰۴۲

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب فی دعاء الضيف، ۵: ۵۳۵، رقم: ۳۵۷۶

۱۴۔ چھینکتے وقت کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ چھینک سننے والا یہ کہے: يَرْحَمُکَ اللهُ (اللہ تم پر رحم فرمائے)۔ پھر اس کے جواب میں چھینکنے والا اس طرح کہے:

يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (۱)

''اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔''

۱۵۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ۔ (۲)

''اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاکیوں سے تیری پناہ لیتا ہوں۔''

(۱) ۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب إِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ، ۵: ۲۲۹۸، رقم: ۵۸۷۰

۲۔ ترمذي، الجامع الصحیح، أبواب الأدب عن رسول الله، باب ما جاء کیف يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ، ۴: ۴۵۶، رقم: ۲۷۴۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب ما یقول عند الخلاء، ۱: ۶۶، رقم: ۱۴۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحیض، باب ما یقول إذا أراد دخول الخلاء، ۱: ۲۸۳، رقم: ۳۷۵

۱۶۔ بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کہتے:

اَلْحَمْدُ ِللهِ الَّذِی أَذْهَبَ عَنِّی الْأَذَی وَ عَافَانِی۔ (۱)

’’خدا کا شکر ہے جس نے تکلیف مجھ سے دور کر دی اور عافیت بخشی۔‘‘

۱۷۔ نیا چاند دیکھنے کی دعا

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا مانگتے:

اَللّٰهُمَّ، أهلله عَلَيْنَا بِالْيُمنِ وَ الْإِيمَانِ وَ السَّلامةِ وَ الْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّکَ اللهُ۔ (۲)

’’اِلٰہی! اس کا طلوع ہونا ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کا ذریعہ بنا اور تیرا رب اللہ ہے۔‘‘

۱۸۔ آئینہ دیکھنے کی دعا

حضرت یحیٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ آئینہ دیکھتے وقت فرمایا کرتے تھے:

---

(۱) ابن ماجة، السنن، کتاب الطهارة، باب ما يقول إذا خَرَج من الخلاء، ۱: ۱۷۷، رقم: ۳۰۱

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما يقولُ عِنْدَ رُؤيَةِ الْهَلَالِ، ۵: ۴۴۷، رقم: ۳۴۵۱

اللَّهُمَّ، حسّنت خَلْقي فأحسن خُلُقي۔(۱)

''اے اللہ! تو نے مجھے حسین بنایا پس میرے اخلاق کو بھی خوبصورت بنا۔''

۱۹۔ نیا لباس پہننے کی دعا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے خواہ وہ قمیض ہوتی یا عمامہ اور پھر کہتے:

اللَّهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ، أَسأَلُکَ مِنْ خَيْرِهِ وَ خَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ، وَ أَعوذُ بِکَ مِنْ شَرِّهِ و شَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ۔(۲)

''اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے نیز جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

سوتے وقت کی مسنون دعائیں

سوتے وقت درج ذیل دعائیں مانگنا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے:

۱۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب حضور نبی اکرم ﷺ بستر پر جاتے تو کہتے:

بِاسْمِکَ أَمُوتُ وَ أَحْيَا۔(۳)

(۱) بیهقی، شعب الإیمان، ۲: ۳۶۴، رقم: ۸۵۴۲

(۲) أبو داود، السنن، کتاب اللباس، باب ما یقول إذا البس ثوبًا جدیداً، ۴: ۳، رقم: ۴۰۲۰

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا نام، ۵: ۲۳۲۶، رقم: ۵۹۵۳

’’تیرے نام کے ساتھ سوتا اور جاگتا ہوں۔‘‘

۲۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ (۲۱۰۔۲۷۹ھ) نے اسی روایت کو بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے اور یہ دعاء پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ، قِنِي عَذَابَکَ يَوْمَ تَجْمَعُ أَوْ تَبْعَثُ عِبَادَکَ۔ (۱)

’’اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو بندوں کو جمع کرے گا یا (قبروں سے) اٹھائے گا۔‘‘

۳۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم سونے لگو تو نماز جیسا وضو کرلیا کرو، پھر داہنی کروٹ پر لیٹ جایا کرو۔ پھر کہو:

اَللّٰهُمَّ، أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْکَ، وَ فَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْکَ، وَ أَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْکَ، رَغْبَةً وَ رَهْبَةً إِلَيْکَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَی مِنْکَ إِلَّا إِلَيْکَ، اَللّٰهُمَّ، آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَ بِنَبِيِّکَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔ (۲)

’’اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعا إذا أوی إلی فراشه، ۵: ۴۰۴، رقم: ۳۳۹۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، ۱: ۹۷، رقم: ۲۴۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء و التوبة والاستغفار، باب ما يقول عند النوم وأخذ المضجع، ۴: ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، رقم: ۲۷۱۰

اور تجھ سے رغبت اور خوف رکھتے ہوئے اپنی پیٹھ جھکا دی۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمائی جسے تو نے بھیجا۔‘‘

۴۔ سوتے وقت یہ تصور کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہے اور جاگنا ایک طرح کا جی اٹھنا ہے۔ سوتے وقت وہ اپنے دل کو ٹٹولے کہ کس بات پر وہ نیند کر رہا ہے اور اس وقت دل پر کیا چیز غالب ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت یا اس سے ملنے کی محبت زیادہ ہے یا دنیا کی محبت زیادہ ہے۔ اس کے بعد یقین کر لے کہ میری موت بھی اسی حال پر ہوگی جو دل پر غالب ہے اور اسی پر میرا حشر ہو گا۔

جاگتے وقت کی مسنون دعائیں

جاگتے وقت درج ذیل دعائیں مانگنا سنت نبوی ﷺ ہے:

۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کہ جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيْهِ النُّشُورُ۔ (۱)

’’تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) اٹھ کر جانا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ’’جب کبھی رات کو سونے کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کھل جاتی تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

لَا إِله إِلَّا اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالأرض وما بَيْنَهُمَا العزيزُ الغفّار۔ (۲)

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا نام، ۵: ۲۳۲۶، رقم: ۵۹۵۳

(۲) ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۳۴۰، رقم: ۵۵۳۰

حضور نبی اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات تلاوت فرماتے اور دعائے نور بھی آپ ﷺ کے رات کے مرغوب اوراد میں شامل تھی۔

دعائے نور

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارکہ میں دعائے نور درج ذیل الفاظ کے ساتھ منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ، اجْعَلْ لِي نُورًا فِي قَلْبِي، وَنُورًا فِي قَبْرِي، وَنُورًا مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَنُورًا مِنْ خَلْفِي، وَنُورًا عَنْ يَمِيْنِي، وَنُورًا عَنْ شِمَالِي، وَنُورًا مِنْ فَوْقِي، وَنُورًا مِنْ تَحْتِي، وَنُورًا فِي سَمْعِي، وَنُورًا فِي بَصَرِي، وَنُورًا فِي شَعْرِي، وَنُورًا فِي بَشَرِي، وَنُورًا فِي لَحْمِي، وَنُورًا فِي دَمِي، وَنُورًا فِي عِظَامِي. اَللّٰهُمَّ، أَعْظِمْ لِي نُورًا، وَأَعْطِنِي نُورًا، وَاجْعَلْ لِي نُورًا۔(۱)

’’اے اللہ! میرے دل میں نور بھر دے، میری قبر میں نور بھر دے، میرے آگے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میری سماعت میں نور کر دے، میری بصارت میں نور کر دے، میرے بالوں میں نور کر دے، میری جلد میں نور بھر دے، میرے گوشت میں نور بھر دے، میرے خون میں نور بھر دے اور میری ہڈیوں میں نور بھر دے۔ اے اللہ! میرے لئے نور کو بڑھا دے، مجھے نور عطا فرما اور مجھے نور ہی نور بنا دے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما جاء ما يقول إذا قام من الليل إلى الصلاة، ۵: ۴۱۹، ۴۲۰، رقم: ۳۴۱۹

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۲۷، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۵۷

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین، ۱: ۵۲۶، رقم: ۷۶۳

حاصلِ کلام

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا عاجزی وانکساری کی حالت میں کیفیتِ قلب کے اظہار کا نہایت آسان اور ایسا محبوب ترین عمل ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی شاملِ حال رہا۔ اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کا پسندیدہ معمول بھی یہی تھا دعا کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام کی زبانِ اقدس سے دعائیہ کلمات ''رَبَّنَا'' ایک سو پانچ (۱۰۵) مرتبہ اور ''رَبِّ'' اُنہتر (۶۹) مرتبہ ادا کروائے۔ علاوہ ازیں لفظ اَللّٰھُمَّ کا پانچ (۵) مرتبہ ذکر آیا ہے۔ کتبِ حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب بے شمار مسنون دعاؤں کا ذکر ملتا ہے۔

www.MinhajBooks.com

باب ہشتم

فضائلِ صدقات و خیرات

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

دینی زندگی میں صدقہ و خیرات کی جو اہمیت ہے اس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ صدقہ و خیرات سے کیا مراد ہے اور یہ کن کن فضیلتوں کا حامل ہے اس کا ذکر ہم ذیل میں تفصیل سے کریں گے:

معنی و مفہوم

صدقہ کا لغوی معنی خیرات ہے۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے غریب لوگوں کو دیا جائے۔[1]

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

''صدقہ وہ مال ہے جس کا ادا کرنا واجب نہ ہو بلکہ خیرات دینے والا اس سے اصلاح وتقویٰ کا قصد کرے۔''[2]

مذکورہ بالا معانی سے صدقہ کا مفہوم یہ ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد زائد مال و دولت کو مستحقین کے درمیان اس طرح خرچ کیا جائے کہ ان کا معاشی تعطل ختم ہو۔ ان کی تخلیقی جدوجہد بحال ہو اور وہ معاشرے کی ترقی میں مطلوبہ کردار بحسن وخوبی سرانجام دے سکیں۔

www.MinhajBooks.com

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۰: ۱۹۶

(۲) راغب أصفهانی، مفردات الفاظ القرآن: ۴۸۰

صدقہ و خیرات کا حکم

اسلام میں انفاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر اللہ رب العزت نے انفاق فی سبیل اللہ کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةًؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۝(۱)

”کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے پھر وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھا دے گا، اور اللہ ہی (تمہارے رزق میں) تنگی اور کشادگی کرتا ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۝“

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۝(۲)

”بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مَرد اور مومن عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور صدق والے مرد اور صدق والی عورتیں، اور صبر والے مرد اور صبر والی عورتیں، اور عاجزی والے مرد اور عاجزی والی عورتیں، اور صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۴۵

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۳۵

عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے اِن سب کے لئے بخشش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہے٭‘‘

ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ۔ (۱)

’’اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔‘‘

سورۃ البقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ۔ (۲)

’’اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔‘‘

متعدد احادیث نبوی ﷺ میں صدقہ و خیرات کی فضیلت و اہمیت بیان ہوئی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر مسلمان کو اس عملِ خیر کی تاکید فرمائی ہے۔

۱۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔آپ سے پوچھا گیا (ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے) جو صدقہ کو نہ پا سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کمائے اور اپنے آپ کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے۔ عرض کیا گیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ فرمایا: کسی مجبور اور پریشان آدمی کی مدد کرے۔ پوچھا گیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے۔فرمایا: نیکی کا حکم دے۔کہا گیا

(۱) البقرہ، ۲:۲۵۴

(۲) البقرہ، ۲:۲۶۷

اگر یہ بھی نہ کر سکے، فرمایا: برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے۔‘‘(۱)

۲۔ حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں صدقہ کے متعلق بتائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صدقہ کرتا ہے اس کے لئے یہ آگ سے ڈھال ہے۔‘‘(۲)

۳۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّکَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَکَ، وَأَنْ تُمْسِکَهُ شَرٌّ لَکَ. وَلَا تُلَامُ عَلَی کَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ. وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَی۔(۳)

’’اے ابن آدم! تیرے لیے ضرورت سے زائد چیز کا خرچ کرنا بہتر ہے اور (ضرورت سے زائد اپنے پاس) روکے رکھنا تیرے لئے برا ہے، اور بقدرِ ضرورت (اپنے پاس) رکھنے پر تجھے کچھ ملامت نہیں اور پہلے ان پر خرچ کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں، اور اُوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے کے ہاتھ (یعنی لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔‘‘

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب بيانه أنه اسم الصدقة يقع علی کل نوع، ۲: ۶۹۹، رقم: ۱۰۰۸

(۲) طبرانی، المعجم الکبير، ۲۵، ۳۵، رقم: ۶۲

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب: بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلی، ۲: ۷۱۸، رقم: ۱۰۳۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الشهادات عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء في الزّهادةِ في الدُّنيا، ۴: ۱۶۳، رقم: ۲۳۴۳

’’بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں، جب صدقہ دینے والا صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے نشان مٹا دیتی ہے اور جب بخیل صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اس کے ہاتھ اس کے گلے میں پھنس جاتے ہیں اور ہر حلقہ دوسرے میں گھس جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا بخیل اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔‘‘(۱)

۵۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنْفِقِي (أَوِ انْضَحِي، أَوِ انْفَحِي) وَلَا تُحْصِي، فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ۔(۲)

’’خرچ کرو اور گن گن کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔‘‘

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

’’تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا، اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن کے خرچ سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، بھلا بتلاؤ تو سہی جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے کس قدر خرچ کر چکا ہے، (اس کے باوجود) اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب مثل النفق والبخل، ۲: ۷۰۸، رقم: ۱۰۲۱

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الحث فی الإنفاق، ۲: ۷۱۳، رقم: ۱۰۲۹

کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں صفت قبض ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پست کر دیتا ہے۔“(۱)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی کوئی حد نہیں

اِنفاقِ فی سبیل اللہ اُصول نصاب اور حد کے تعینات کے ذیل میں نہیں آتا۔ اِس کے لئے نہ کم سے کم نصاب متعین ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ حد، کیونکہ یہ ”اِنفاق“ احسان ہے۔

”احسان“ ایسا فعل ہے جو حدود و قیود سے بلند و بالا ہے، احسان میں چونکہ محسن کے پیشِ نظر اپنی ذات اور مادی منفعت نہیں ہوتی، اس لئے اس کا کوئی ”نصاب“ نہیں مقرر۔ مزید برآں احسان میں چونکہ دوسرے شخص کے استحقاق کا قانونی تعین نہیں ہوتا، اس لئے اس پر کوئی حد نہیں ہوتی۔ انفاق، جو فعلِ احسان کی عملی صورت ہے، رضائے اِلٰہی کے نصب العین کی خاطر ہر ایک پر لازم ہے، خواہ غریب ہو یا امیر، صاحبِ نصاب ہو یا غیر صاحبِ نصاب، تھوڑا دے سکے یا زیادہ، جو کچھ بھی اُسے میسر ہو۔ اُسی میں حسبِ استطاعت اِنفاق کرنا ”احسان“ ہے۔ اس پر یہ شرط نہیں ہے کہ کتنا مال ہو تو اس میں سے دے؟ یہ بات دینے والے کے لئے اپنے ظرف، غنائے نفس اور اُس کے ذاتی حالات پر منحصر ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔(۲)

”اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔“

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی النفقۃ، ۲: ۶۹۱، رقم: ۹۹۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۳

یہاں ''ما'' کلمۂ عام ہے۔ جو نصاب کی شرط سے پاک ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ بھی خزانۂ قدرت سے نصیب ہوا ہو اُسی میں سے کم یا زیادہ راہِ خدا میں خرچ کیا جائے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۝(۱)

''اور تم اس (مال) میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اِس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۝''

اِس آیتِ کریمہ میں ایک بدیہی حقیقت واضح کی گئی ہے وہ یہ کہ اِنفاق کے لئے ڈھیروں مال کا ہونا ضروری نہیں۔ جو کچھ میسر ہو اُسی میں سے خرچ کیا جانا چاہیے۔ اسی کا نام ''احسان'' ہے۔ دوسری یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خدا کے مقربین و صالحینِ گروہ میں شامل ہونے کی یہی صورت ہے کہ اِنفاقِ مال کے عمل کو اپنایا جائے۔

صدقہ و خیرات کی اہمیت و فضیلت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد ارشادات میں صدقہ و خیرات کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ صدقہ اپنے ہاتھوں سے وصول فرماتا ہے

اگر مال اللہ کی راہ میں خلوصِ دل سے خرچ کیا جائے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں

(۱) المنافقون، ۶۳: ۱۰

سے وصول فرماتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں سے کسی عمل کو اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ جب بھی تم ادا کرتے ہو تو میں خود بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے وصول کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمٰنُ بِيَمِيْنِهِ وَ إِنْ كَانَتْ تَمْرَةً فَتَرْبُو فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى تَكُونَ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ۔ (۱)

''جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے خواہ وہ ایک کھجور ہو، پھر وہ صدقہ دستِ قدرت میں بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔''

۲۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے ہر شخص عنقریب اللہ تعالیٰ سے اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ جب انسان اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف اپنے بھیجے ہوئے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی اسے وہ اعمال نظر آئیں گے، جو اس نے آگے بھیجے ہیں سامنے دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی، پس تم آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے، ایک اور سند میں ہے خواہ اچھی بات سے۔''(۲)

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، ۲: ۷۰۲، رقم: ۱۰۱۴

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة، ۲: ۷۰۳، رقم: ۱۰۱۶

۲۔ صدقہ وخیرات نیکی اور تقویٰ کی بنیاد ہے

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔(۱)

’’تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔‘‘

یہاں ’’بر‘‘ یعنی نیکی اور دینداری کا حصول ’’اِنفاق فی المال‘‘ کے بغیر ناممکن قرار دے دیا گیا ہے۔ قرآن کا اس سے زیادہ صریح اعلان اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمہاری نیکی صرف اور صرف خدا کے راستے میں اِنفاق مال پر منحصر ہے۔ گویا عام لفظوں میں ’’اِنفاق‘‘ ہی کو ’’بر‘‘ یعنی نیکی قرار دے دیا گیا۔

۲۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ کے الفاظ بھی اِسی حقیقت کی تائید کر رہے ہیں کہ اصل نیکی ’’اِنفاق فی المال‘‘ ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ۔(۲)

’’بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے۔‘‘

(۱) آلِ عمران، ۳: ۹۲
(۲) البقرۃ، ۲: ۱۷۷

اس آیت کریمہ میں جملہ احکام و اعمال کو ’’تصورِ نیکی‘‘ کے ضروری جُز کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ لیکن قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ قرآن شرطِ ایمان پوری کرنے کے بعد نیکی کے حصول کا سب سے اوّلین تقاضا ’’اِنفاق فی المال‘‘ ہی کو قرار دے رہا ہے اور اس آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (۱)

’’یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں۔‘‘

گویا نیکی اور صدق وتقویٰ جیسے تمام تصورات کا تقاضائے اوّلین ’’اِنفاق فی المال‘‘ ہے۔ اس کے بغیر انسان صالحیت کے کسی مقام کو حاصل نہیں کر سکتا۔

’’اِنفاق فی سبیل اللہ‘‘ دینِ حق کے جملہ مقاصد کی تائید و تصدیق ہے اور اس سے انحراف، دینِ حق کے جملہ مقاصد کی تکذیب و تردید۔ یعنی اگر یہ نہ ہو تو دین کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس امر کا فیصلہ کس طرح ہوگا کہ کون نیکی کی تصدیق کر رہا ہے اور کون تکذیب؟ قرآن نے اِس اَمر کا دوٹوک فیصلہ فرما دیا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰیo وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰیo فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰیo وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی o وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰیo (۲)

’’پس جس نے (اپنا مال اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری اختیار کیo اور اس نے (اِنفاق و تقویٰ کے ذریعے) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کی تصدیق کیo تو ہم عنقریب اسے آسانی (یعنی رضائے الٰہی) کے لئے سہولت

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۷۷

(۲) اللیل، ۹۲: ۵۔ ۱۰

فراہم کر دیں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پروا رہا ○ اور اس نے (یوں) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایا ○ تو ہم عنقریب اسے سختی (یعنی عذاب کی طرف بڑھنے) کے لئے سہولت فراہم کر دیں گے (تاکہ وہ تیزی سے مستحقِ عذاب ٹھہرے)○۔‘‘

’’سورۃ الماعون‘‘ کا پورا نفسِ مضمون اِسی امر کی تائیدی شہادت فراہم کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ○ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ○ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ○ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ○ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ○ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ○(1)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)○ اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)○ پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لئے○ جو اپنی نماز (کی روح) سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں)○ وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں (کیونکہ وہ خالق کی رسمی بندگی بجا لاتے ہیں اور پسی ہوئی مخلوق سے بے پرواہی برت رہے ہیں)○ اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے○۔‘‘

مذکورہ بالا سورت میں اوّل سے آخر تک ’’دین کے جھٹلانے والوں‘‘ کی اصل پہچان بیان کی گئی ہے۔

(۱) الماعون، ۱۰۷: ۱۔۷

گویا بندگی یہ ہے کہ انسان کس حد تک اپنے خالق و مالک کی رضا کی خاطر اس کے پریشان حال بندوں سے عملی ہمدردی اور بہی خواہی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اگر دل میں انسانیت کا یہ درد اور جذبہ خدمت نہ ہو بلکہ اس کے برعکس زندگی کا طرزِ عمل خود غرضانہ، مفاد پرستانہ ہو تو کوئی عبادت، عبادت نہیں اور نہ کوئی نماز، نماز ہے۔ بلکہ سب دکھلاوا اور ریاکاری بن جاتا ہے، جو انسان کو بجائے خدا کے قریب کرنے کے، جہنم کا ایندھن بنا دے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِيْنَ وَلَو بِشَقِّ تمرةٍ، يَا عَائِشَةُ أَحِبِّي الْمَسَاكِيْنَ وَ قَرِّبِيهم فَإِنَّ اللهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۱)

’’اے عائشہ! مسکین (کے سوال) کو کبھی رد نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ اے عائشہ! مساکین سے محبت رکھ اور انہیں اپنے قریب کر (ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اپنا قرب نصیب کرے گا۔‘‘

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

وَأَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ (۲)

’’میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے، پھر آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔‘‘

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر سورۃ ماعون کے مضمون کے تعلیمی پہلو کو اس

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الشهادات، باب ماجاء أَنَّ فُقَرَاءَ المهاجرين، ۴: ۱۷۲، رقم: ۲۳۵۲

(۲) بخاری الصحیح، الطلاق، باب اللِّعَانِ، ۵، ۲۰۳۲، رقم: ۴۹۹۸

طرح دہرایا گیا ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا○[۱]

''اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں○''

۳۔ صدقہ و خیرات اَصل دین داری ہے

۱۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ○ فَكُّ رَقَبَةٍ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ○ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ○ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ○ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ○ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ○[۲]

''اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ وہ (دینِ حق کے مجاہدہ کی) گھاٹی کیا ہے○ وہ (غلامی و محکومی کی زندگی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہے○ یا بھوک والے دن (یعنی قحط و اَفلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت لوگوں کو) کھانا کھلانا ہے (یعنی ان کے معاشی تعطّل اور ابتلاء کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے)○ قرابت دار یتیم کو○ یا شدید غربت کے مارے ہوئے محتاج کو جو محض خاک نشین (اور بے گھر) ہے○ پھر (شرط یہ ہے کہ ایسی جدّ و جہد کرنے والا وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی نصیحت کرتے ہیں اور باہم رحمت و شفقت کی تاکید کرتے ہیں○ یہی لوگ دائیں طرف والے (یعنی اہلِ سعادت و مغفرت) ہیں○ اور جن لوگوں نے

(۱) الدھر، ۷۶:۸

(۲) البلد، ۹۰:۱۲-۱۹

ہماری آیتوں کا انکار کیا وہ بائیں طرف والے ہیں (یعنی اہلِ شقاوت و عذاب) ہیںo‘‘

مذکورہ بالا آیات نے ’’العقبۃ‘‘ سے علامتی طور پر دینِ حق کی پیروی کا وہ اصل راستہ دکھایا ہے جو شہادت گہِ الفت ہے۔ یہ عنوان سے اس عمل کی نشان دہی کرتا ہے جو صرف اور صرف ضرورت مندوں اور محتاجوں کے معاشی ابتلاء و تعطل کو دور کر کے انہیں زندگی میں آسودگی و آسائش مہیا کرنے سے عبارت ہے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی تخلیقی جدوجہد جاری رکھ سکیں۔ بالآخر اسی عمل کو شرطِ ایمان قرار دے کر صبر و تحمل اور باہمی مودت و رحمت کی تلقین کی گئی ہے اور ایسے لوگوں کو ’’اصل دیندار اور جنتی‘‘ قرار دیا گیا ہے۔ جو انفاق فی سبیل اللہ کی راہ پر گامزن ہیں۔ جب کہ اس طرزِ عمل اور ہدایاتِ ربانی سے انکار و انحراف کرنے والوں کو لادین اور جہنمی قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح قوم ثمود کی تباہی و ہلاکت کا بیان کرتے ہوئے قرآنِ مجید ’’سورۃ الماعون‘‘ کے مضمون کو پھر دہراتا ہے۔ جس سے بے دینی کے قرآنی تصور کا اندازہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَo وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِo وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّاo وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّاo[1]

’’یہ بات نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ عزت اور مال و دولت کے ملنے پر) تم یتیموں کی قدر و اِکرام نہیں کرتےo اور نہ ہی تم مسکینوں (یعنی غریبوں اور محتاجوں) کو کھانا کھلانے کی (معاشرے میں) ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہوo اور وراثت کا سارا مال سمیٹ کر (خود ہی) کھا جاتے ہو (اس میں سے افلاس زدہ لوگوں کا حق نہیں نکالتے)o اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہوo‘‘

(۱) الفجر، ۸۹: ۱۷۔۲۰

مذکورہ بالا حتمی دلائل و شواہد کی روشنی میں اس امر کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل باقی نہیں رہنا چاہیے کہ ''انفاق فی المال'' ہی حقیقت میں تصدیقِ دین اور اس کا ترکِ تکذیب دین ہے۔

۴۔ صدقہ و خیرات رضائے اِلٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے

رضائے الٰہی کے حصول کے لئے صدقہ و خیرات کا کیا کردار ہے اس اٹل اور ناقابلِ تردید حقیقت کو قرآن نے ایک شاندار تمثیل کے ذریعے بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَاوَابِلٌ فَاٰ تَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌo(۱)

''اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے آپ کو (ایمان و اطاعت پر) مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی سطح پر ہو اس پر زوردار بارش ہو تو وہ دوگنا پھل لائے اور اگر اسے زوردار بارش نہ ملے تو (اسے) شبنم (یا ہلکی سی پھوار) بھی کافی ہو، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہےo''

اس آیتِ کریمہ نے پیشِ نظر مضمون کو اس طرح اجاگر کر دیا کہ اس کی صحت و حقانیت پر کسی مزید تصدیق کی ضرورت نہ رہی۔ آیت کریمہ کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح مرطوب آب و ہوا سے کسی علاقے میں اونچائی پر واقع باغ کو اس سے بے نیاز کر دیا کہ بارش ہو نہ ہو ہر حال میں پھل دیتا ہے۔ اسی طرح ''انفاق فی المال'' تھوڑا ہو یا زیادہ ہر صورت میں رضائے الٰہی کا پھل لاتا ہے۔ رضائے الٰہی کے حصول کی حتمی ضمانت جس

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۶۵

انداز سے ''عملِ انفاق'' کے نتیجے میں بیان کی گئی ہے۔ کسی اور عمل کے نتیجے میں نہیں کی گئی۔ اس تمثیل کے ذریعے دراصل یہ واضح کیا گیا ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص رضائے الٰہی کی خاطر ''انفاق'' کرے اور اسے بالیقین رضائے الٰہی کا ثمر نصیب نہ ہو۔ گویا ''انفاق فی المال'' اور ''رضائے الٰہی'' دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یا ''شرط'' اور ''صلہ'' ہیں۔ اگر مطلوبہ شرط پوری کی جائے تو صلہ بہر صورت میسر آ کر رہے گا۔

۲۔ قرآنِ حکیم نے اسی تصور کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا ہے:

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ط اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ط سَيُدْخِلُهُمُ اللهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ط اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○[1]

''اور بادیہ نشینوں میں (ہی) وہ شخص (بھی) ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کچھ (راہِ خدا میں) خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول (ﷺ) کی (رحمت بھری) دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے، سن لو! بیشک وہ ان کے لئے باعث قربِ الٰہی ہے، جلد ہی اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرما دے گا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ○ اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی

(۱) التوبة، ۹: ۹۹، ۱۰۰

ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہےo‘‘

پہلی آیت نے ’’انفاق‘‘ کے وجوب کو قربِ الٰہی و رضائے الٰہی اور قرب و رضائے رسول ﷺ کا باعث قرار دیا ہے تو دوسری آیت نے اس عمل کو احسان کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے رضائے الٰہی کی حقیقی اساس قرار دیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ حیاتِ انسانی کا اصل نصب العین اور مقصد وحید رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ جس تک رسائی انفاق فی سبیل اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔

۵۔ صدقہ و خیرات۔ قرضِ حسنہ

مال اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا انسان کا کوئی ذاتی کمال نہیں کیونکہ مال و جان سب کچھ اسی خالق کی عطا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندے پر یہ احسان کیا کہ اس مال کو وصول کر کے کئی گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے اور بعض کو بے حساب و کتاب بھی دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ۔(۱)

’’صدقہ دولت کو کم نہیں کرتا، معاف کرنے سے بندے کی عزت میں ہی اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی شان بلند کر دیتا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ قَطُّ وَمَا مَدَّ عَبْدٌ يَدَهُ بِصَدَقَةٍ إِلَّا أُلْقِيَتْ فِي يَدِ اللهِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ فِي يَدِ السَّائِلِ وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ لَهُ

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلة والأداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۴: ۲۰۰۱، رقم: ۲۵۸۸

عَنۡهَا غِنًى إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ بَابَ فَقۡرٍ۔(۱)

”صدقہ دولت کو کم نہیں کرتا۔ جب کوئی آدمی اپنا ہاتھ صدقہ کرنے کے لئے بڑھاتا ہے وہ سائل تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ڈال دیا جاتا ہے اور جو آدمی مستغنی ہوتے ہوئے مانگنا شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔“

۳۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ﴾ اور میرے نزدیک اپنے مال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ بئر حاء (کنویں کا نام) ہے اور وہ آج سے صدقہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے نیکی اور ذخیرہ آخرت کا امیدوار ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ اسے اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق کسی مناسب مصرف میں لے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’خوب یہ تو نفع مند مال ہے، بہت خوب! یہ تو نفع مند مال ہے۔‘‘(۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقۡبَلُ الصَّدَقَاتِ وَيَأۡخُذُهَا بِيَمِيۡنِهِ، فَيُرَبِّيۡهَا لِأَحَدِكُمۡ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمۡ مُهۡرَهُ، أَوۡ فَلُوَّهُ، أَوۡ فَصِيۡلَهُ، حَتَّى إِنَّ اللُّقۡمَةَ لَتَصِيۡرُ مِثۡلَ أُحُدٍ۔(۳)

---

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۲۱، رقم: ۱۲۱۵۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوصایا، باب من تصدق إلی وکیله ثمَّ ردالوکیل إلیه، ۳: ۱۰۱۶، رقم: ۲۶۰۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة، ۲: ۶۹۳، رقم: ۹۹۷

(۳) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۷۱، رقم: ۱۰۰۹۰

’’اللہ تعالیٰ صدقہ قبول کرتا ہے، اسے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے۔ اللہ اسے اس طرح بڑھاتا ہے جس طرح تم گائے یا اونٹنی کے بچے کو پالتے ہو۔ ایک آدمی ایک لقمہ صدقہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ یا ہتھیلی میں بڑھتا رہتا ہے۔ حتی کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم صدقہ کیا کرو۔‘‘

۶۔ صدقہ و خیرات تزکیۂ نفس کا باعث ہے

تزکیہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ تزکیۂ مال اور تزکیہ نفس۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ تزکیہ کی دونوں صورتیں ’’انفاق‘‘ پر منحصر ہیں اور دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○(۱)

’’آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرما دیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (باعثِ) تسکین ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ○ کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے ○‘‘

(۱) التوبہ، ۹: ۱۰۳۔ ۱۰۴

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ نے اس امر کی وضاحت کر دی کہ راہِ خدا میں صدقہ کے بغیر طہارت و تزکیہ ناممکن ہے۔

۷۔ صدقہ و خیرات اِجابتِ دعا کا باعث ہے

سورۃ التوبۃ کی اسی آیتِ متذکرہ میں ترتیبِ الفاظ پر دوبارہ غور فرمایئے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔

’’آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے۔‘‘

تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔

’’کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرما دیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں۔‘‘

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○(۱)

’’اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (باعثِ) تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے○‘‘

اس آیۂ کریمہ میں سب سے پہلے صدقہ و اِنفاق کا عمل جاری کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس ’’اِنفاق‘‘ کے ذریعے تمہاری ظاہری و باطنی میل کچیل دُور ہو جائے گی۔ تمہارا قلب و باطن اور نفس، رُوحانی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو جائے گا۔ تزکیہ و تصفیہ کا یہ عمل جو محض ’’اِنفاق فی المال‘‘ کا نتیجہ و ثمرہ ہے انسان کو ظلماتِ نفسانی سے نجات دلا دے گا۔ گویا خلقِ خدا کی منفعت اور فیض رسانی کو اپنا شعار بنا کر جب تم اپنے لئے بارگاہِ ایزدی کی طرف متوجہ ہو گے تو تمہاری دُعائیں قبولیت سے نوازی جائیں گی اور یہ قبولیتِ دعا کا احساس تمہیں قلبی سکون عطا کرے گا۔ بیشک اللہ تمہاری ان دعاؤں کو بھی

(۱) التوبہ، ۹: ۱۰۳

سنتا ہے جو اپنی منفعت کے لئے دُعا مانگتے ہو اور تمہارے اس عمل کو بھی جانتا ہے جو تم دوسروں کی منفعت کی خاطر کرتے ہو (یا نہیں کرتے) گویا خلقِ خدا کے حق میں صدقہ و اِنفاق جتنا کثیر ہو گا اسی قدر اجابتِ دُعا نصیب ہو گی اور اگر اِنسان دوسروں کی منفعت سے صرف نظر کرتے اور دوسروں کے حقوق پامال کرتے ہوئے دوسروں کے حق میں نفع بخشی، فیض رسانی اور دردمندی کا عمل نظر انداز کرلے اور خود کو اپنے ذاتی مفادات اور حقوق و منافع کے تنگ حصار میں محصور کرلے تو دُعائیں شانِ اجابت سے بہرہ ور نہیں ہوا کرتیں۔

قرآن حکیم آیتِ مذکورہ بالا سے متصل آیت میں اس شرط کو زور دار انداز سے دوبارہ بیان کر رہا ہے:

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُo(۱)

’’کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہےo‘‘

اس آیتِ کریمہ کا مدعا یہ ہے کہ اے خدا کے بندو! بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری دُعائیں سنتا اور توبہ قبول فرماتا ہے۔ لیکن تمہاری دعاؤں کی قبولیت و اجابت کے لئے ایک شرط مقرر کر دی گئی ہے۔ وہ یہ کہ ہم نے تمہیں جس مال و دولت سے نوازا ہے وہ ہماری امانت ہے۔ تمہارے ہی معاشرے اور گرد و پیش میں ہمارے کتنے بندے ایسے ہوں گے جو معاشرتی نا انصافیوں کا شکار ہو کر معاشی تعطّل کی نذر ہو گئے ہیں۔ تم اگر ان کی پریشانیوں کی پروا نہ کرو، ان کے معاشی تعطّل کو رفع کرنا اپنا فرض نہ سمجھو، اُنہیں ضروریاتِ زندگی بہم پہنچا کر اُن کی تخلیقی جدوجہد بحال کرنے کی سعی نہ کرو، اور ان سے دل سوزی و دردمندی کا

(۱) التوبہ، ۹: ۱۰۴

عملی مظاہرہ نہ کرو، تو ہم سے کیسے توقع رکھتے ہو کہ ہم تم سے راضی ہو جائیں گے کیونکہ ان پریشان حال لوگوں کا ہماری ذات سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ جو کچھ بھی صدقہ و خیرات تم اُنہیں دینا چاہو وہ ہم براہِ راست اپنے دستِ قدرت سے وصول کرتے ہیں اور اپنی طرف سے اُنہیں عطا کرتے ہیں تاکہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہونے پائے۔

لہٰذا اجابت و قبولیتِ دُعا کی متعدد صورتوں میں سے سب سے نمایاں صورت یہی ہے کہ انسان خلقِ خدا کے حق میں سراپا رحم و کرم بن جائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے رحم و کرم کے دروازے کھول دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔(۱)

’’جو لوگوں پر رحم نہ کرے اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔‘‘

۸۔ صدقہ و خیرات مہلک بیماریوں کا شافی علاج ہے

انسان کی روحانی و نفسیاتی بیماریوں میں سب سے بڑی بیماری بخل کو قرار دیا گیا ہے کیونکہ باقی ساری بیماریاں اسی حبِ مال سے جنم لیتی ہیں۔ اس مہلک روحانی بیماری کا شافی علاج صدقہ و خیرات سے ممکن ہے۔ صدقہ و خیرات میں جب انسان مال کو لوگوں میں تقسیم کرتا ہے تو حبِ مال پر ایک ضرب کاری لگتی ہے جس سے اس کے دل و دماغ میں اس مال کی وقعت کم ہوتی ہے۔ جب اس مال سے انسان کو نفرت ہونے لگے تو اس کے دل پر زنگ جو حبِ مال کی وجہ سے چڑھا ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ صدقہ و خیرات سے اترنا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته، ۵: ۲۲۳۵، رقم: ۵۶۵۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب رحمته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصبیان والعیال، ۴: ۱۸۰۷، رقم: ۲۳۱۸

شروع ہوجاتا ہے۔ اور اسی سے اس کا روحانی علاج ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَدَاوُوْا أَمْرَاضَكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔[1]

’’اور اپنی بیماریوں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو۔‘‘

۹۔ صدقہ و خیرات ذلت آمیز موت سے بچنے کا ذریعہ ہے

۱۔ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت کو روکتا ہے۔‘‘[2]

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’صدقہ کرنے میں جلدی کرو، مصیبت صدقے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔‘‘[3]

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ۔[4]

’’بے شک! صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا اور بری موت کو دور کرتا ہے۔‘‘

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۲۸، رقم: ۱۰۱۹۶

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۲، رقم: ۳۱

(۳) بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۱۸۴، رقم: ۷۶۲

(۴) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الزکاۃ، باب ماجاء في فضلِ الصَّدَقَةِ، ۲: ۴۴، رقم: ۶۶۴

۱۰۔ صدقہ و خیرات جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’کیا میں تمہیں نیکی کے دروازے نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔‘‘(۱)

۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

’’آگ سے بچ جاؤ اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے بچنا پڑے۔ یہ گرتے کا سہارا ہے، بری موت کا دفاع ہے، بھوکے کے لئے اسی طرح کام آتی ہے جیسی شکم سیر کے لئے۔‘‘(۲)

۱۱۔ صدقہ و خیرات دائمی نیکی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ۔(۳)

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب العیدین، باب ما ذکر في فصل الصلاۃ، ۱: ۶۰۱، رقم: ۶۱۴

(۲) أبو یعلی، المعجم، ۱: ۴۲۶، رقم: ۹

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الإنسان من الثواب، ۳: ۱۲۵۵، رقم: ۱۶۳۱

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، باب ۳۶، ۳: ۶۶۰، رقم: ۱۳۷۶

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے۔ صدقۂ جاریہ یا علم نافع یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔“

۱۲۔ روزِ قیامت مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا

۱۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُورِ وَ إِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤمِنُ يَومَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ۔ (۱)

”صدقہ اہلِ قبور سے گرمی کو ختم کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا۔“

۲۔ یزید بن ابی حبیب علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ مرثد بن عبداللہ مزنی علیہم الرحمۃ اہلِ مصر میں سے مسجد میں جانے والے پہلے شخص ہیں۔ جب بھی میں انہیں مسجد کی طرف جاتے دیکھتا ان کی آستین میں کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ضرور ہوتا۔ روپیہ پیسہ یا روٹی یا گندم ہوتی بلکہ میں نے انہیں پیاز لے جاتے بھی دیکھا۔ میں ان سے کہتا: اے ابوالخیر! یہ تمہارے کپڑوں کو بدبودار کردے گا۔ وہ مجھے کہتے: اے ابن ابی حبیب! مجھے گھر میں صدقے کے لئے اس کے علاوہ کوئی چیز مل نہیں سکی۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔ (۲)

---

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۸۶، رقم: ۷۸۸

(۲) ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۹۵، رقم: ۲۴۳۲

طبقۂ نسواں کو صدقہ و خیرات کی تلقین

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو، خواہ زیورات سے کیا کرو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے۔ تم جا کر حضور نبی اکرم ﷺ سے معلوم کرو اگر (تمہیں دینا) ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: تم خود جاؤ! حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت حضور نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم پر حضور نبی اکرم ﷺ کا بہت رعب و دبدبہ تھا، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا آپ جا کر حضور نبی اکرم ﷺ سے کہیں کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لیے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جو ان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا! اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے دوسری زینب رضی اللہ عنہا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کون سی زینب؟ انہوں نے کہا عبد اللہ بن مسعود کی بیوی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا انہیں دو اجر ملیں گے ایک اجر قرابت کا اور دوسرا اجر صدقہ کا۔''(۱)

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة والصدقة، ۲: ۶۹۴، رقم: ۱۰۰۰

۲۔ حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہما، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مثل سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی، مجھے دیکھ کر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ۔(۱)

''صدقہ کیا کرو خواہ زیورات ہوں۔''

صدقات و خیرات کے حق دار

صدقات و خیرات کے اصل حقدار وہ افراد ہیں جو معاشی ابتلاء کا شکار ہوں، ضروریات زندگی سے محروم ہوں یا ان کی زندگی ایسے تعطل کی نذر ہوگئی ہو جو ان کی تخلیقی جدوجہد پر اثر انداز ہو رہی ہو، ایسے ضرورت مند افراد کی مالی اعانت اس انداز سے کی جائے کہ ان کی عزتِ نفس بھی مجروح نہ ہو، ان کی ضروریات بھی پوری ہوں اور وہ ہر وقت دوسروں کی اعانت کے محتاج نہ رہیں بلکہ ان کی زندگی سے معاشی تعطل ختم ہوا اور ان کا اپنا تخلیقی عمل بحال کر دیا جائے تا کہ وہ معاشرے میں صحیح مقام اور مطلوبہ کردار سرانجام دینے کے قابل ہوسکیں۔ اس سلسلے میں اپنے اعزہ و اقارب اور پڑوسیوں کے علاوہ سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود کو خدمتِ اسلام میں اس طرح وقف کر دیا ہو کہ ان میں روزگارِ حیات کی سکت ہی باقی نہ رہی ہو۔ ان سے مراد وہ مجاہدین اسلام ہیں جن کی زندگیاں اسلام کی علمی و فکری اور عملی و انقلابی جد و جہد میں بسر ہو رہی ہیں۔ یہی لوگ راہِ حق کے راہرو ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ج

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ، ۲: ۹۲۶، رقم: ۱۰۰۰

لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًاط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ○ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْج وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○(۱)

''(خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (کسبِ معاش سے) روک دیئے گئے ہیں وہ (امورِ دین میں ہمہ وقت مشغول رہنے کے باعث) زمین میں چل پھر بھی نہیں سکتے ان کے (زُھداً) طمع سے باز رہنے کے باعث نادان (جو ان کے حال سے بے خبر ہے) انہیں مالدار سمجھے ہوئے ہے، تم انہیں ان کی صورت سے پہچان لو گے، وہ لوگوں سے بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ کہیں (مخلوق کے سامنے) گڑگڑانا نہ پڑے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو تو بیشک اللہ اسے خوب جانتا ہے○ جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روزِ قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے○''

۲۔ اسی سورت میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ○(۲)

''آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرما دیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے)، مگر اس کے حقدار تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم

(۱) البقرہ، ۲: ۲۷۲۔۲۷۴

(۲) البقرہ، ۲: ۲۱۵

کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے o''

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ انفاقِ مال کے سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو دینِ حق کی راہ میں خود کو وقف کر چکے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ۔(۱)

''بیوہ اور مسکین کے لیے امدادی کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔''

بخل کی مذمت

بخیل وہ ہیں جو مال کو جان سے بھی عزیز سمجھتے ہیں، اس کو سمیٹتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے کہا گیا ہے کہ نہ ان کا دین ہے نہ ان کی دنیا۔ انہوں نے اپنے بخل کے سبب اللہ کے دین کو جھٹلایا۔ قرآنِ حکیم اس پر شاہد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى o وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى o(۲)

''اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پروا رہا o اور اس نے (یوں) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایا o''

اگر انسان کنجوسی کرے گا تو دین کو جھٹلائے گا اور اگر دنیاوی جاہ حشمت، مال و دین سے مستغنی ہو جائے تو اس سے نہ صرف دین کی تصدیق ہوگی بلکہ اس پر اللہ رب العزت اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ جبکہ بخیل شخص اپنی بخیلی کے سبب مال و

(۱) بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب السَّاعِي عَلَى الْمِسْكِيْنِ، ۵: ۲۲۳۷، رقم: ۵۶۶۱

(۲) الليل، ۹۲: ۸۔ ۹

دولت کی محبت کے سبب سے جہنم کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی مال اس کے لئے آخرت میں طوق بن کر اس کے گلے میں لٹکے گا اور کہے گا کہ میں وہ ہی مال ہوں جس کو تو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا تھا جس کے ساتھ تجھے محبت تھی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔(۱)

''ہر روز صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور مال عطا کر اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کا مال تباہ کر دے۔''

۲۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

تَصَدَّقُوا فَيُوشِكُ الرَّجُلُ يَمْشِي بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُولُ الَّذِي أُعْطِيهَا لَوْ جِئْتَنَا بِهَا بِالْأَمْسِ قَبِلْتُهَا فَأَمَّا الْآنَ فَلَا حَاجَةَ لِي بِهَا. فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا۔(۲)

''صدقہ کیا کرو کیونکہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے جب آدمی اپنے صدقہ کا مال لیے لیے پھرے گا اور جس کو دے گا وہ کہے گا کل لے آتے تو میں لے لیتا آج مجھے ضرورت نہیں، غرضیکہ کوئی صدقہ لینے والا نہیں ملے گا۔''

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب فى المنفق والمسك، ۲: ۷۰۰، رقم: ۱۰۱۰

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الترغيب فى الصدقة، ۲: ۷۰۰، رقم: ۱۰۱۱

فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَ لَا مَنَّانٌ وَ لَا بَخِیْلٌ۔(۱)

’’بخیل، احسان جتانے والا اور مکار جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘

۴۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’رب کعبہ کی قسم وہ لوگ خسارے والے ہیں۔ میں آ کر بیٹھ گیا، پھر بے چینی سے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جو بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں ماسوا ان کے جو اِدھر اُدھر آگے پیچھے دائیں بائیں خرچ کرتے ہیں۔‘‘(۲)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالْبُخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللهِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ۔ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ۔(۳)

’’بخیل آدمی اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی، بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّخَآءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ فَمَنْ کَانَ سَخِیًّا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا فَلَمْ

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في البخیل، ۴: ۳۴۳، رقم: ۱۹۶۳

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب تغلیظ عقوبة من لا یؤدی الزکاة، ۲: ۶۸۶، رقم: ۹۹۰

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في السخاء، ۳: ۵۱۰، رقم: ۱۹۶۱

يُتْرُكُهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ فَمَنْ كَانَ شَحِيْحًا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ النَّارَ۔ (۱)

''سخاوت جنت میں ایک درخت ہے پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا، جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے جو شخص بخیل ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا، یہاں تک کہ وہ ٹہنی اس کو جہنم میں داخل کر کے رہے گی۔''

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَ جُبْنٌ خَالِعٌ۔ (۲)

''بدترین عادتیں جو آدمی میں پائی جائیں (۱) وہ بخل ہے جو بے صبر کر دینے والا ہو۔ (۲) وہ نامردی اور خوف، جو جان نکال دینے والا ہو۔''

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّه بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ، فَيَقُوْلُ اللهُ لَهُ: أَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْكَ، فَمَاذَا صَنَعْتَ؟ فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ جَمَّعْتُهُ ثَمَّرْتُهُ فتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي اٰتِكَ بِهِ كُلِّهِ، فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا، فَيُمْضٰى بِهٖ إِلَى النَّارِ۔ (۳)

---

(۱) بيهقی، شعب الإيمان، ۷: ۴۳۵، رقم: ۱۰۸۷۷

(۲) أبو داؤد، السنن، كتاب الجهاد، باب في الجرأة و الجبن، ۳: ۳۴۹، رقم: ۲۵۱۱

(۳) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب في القيامة، ۴: ۲۲۳، رقم: ۲۴۲۷

’’قیامت کے دن انسان کو اس طرح لایا جائے گا گویا کہ وہ بھیڑ کا بچہ ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے اسے کھڑا کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے (سب کچھ) دیا اور طرح طرح کے انعام کئے، تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے اسے جمع کیا اور اتنا بڑھایا کہ پہلے سے زیادہ کر کے چھوڑا، پس تو واپس کر تاکہ میں وہ سب کچھ لے آؤں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے یہ بتا کہ تو نے آگے کیا (عمل) بھیجا، وہ پھر کہے گا میں نے جمع کیا اور اتنا بڑھایا کہ پہلے سے زیادہ ہوگیا۔ پھر وہ کہے گا: اے اللہ! تو مجھے واپس بھیج تاکہ میں وہ سب کچھ لے آؤں، پس اگر اس بندے نے نیکی آگے نہ بھیجی ہوگی تو اسے دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔‘‘

۹۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أول صلاحِ هذه الأمة باليقين والزهد وأول فسادها بالبخل والأمل۔ (۱)

’’اس امت کی صلاح کی ابتدا (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) یقین اور دنیا سے بے رغبتی سے ہوئی اور اس کے فساد کی ابتدا بخل اور لمبی لمبی امیدوں سے ہوئی۔‘‘

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى بَلَالٍ وَ عِنْدَهُ صرة مِّنْ تَمرٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا بِلَالُ قَالَ: شَيْءٌ اِدَّخَرْتُهُ لِغَدٍ فَقَالَ: أَمَا تَخْشٰى أَنْ تَرٰى لَهُ غَدًّا بُخَارًا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ القيامة أَنْفِقْ بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا۔ (۲)

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۷: ۴۲۷، رقم: ۱۰۸۴۴

(۲) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۲۰۹، رقم: ۳۳۳۸

”حضور نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور ﷺ آئندہ کی ضروریات کے لئے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو۔ بلال اسے خرچ کر ڈالو اور عرش والے (جل جلالہ) سے کمی کا خوف نہ کرو۔“

بحث کا ماحاصل

اوپر کی گئی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ فریضۂ زکوٰۃ کی بجا آوری کے بعد صدقات و خیرات انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کی ادائیگی قرآن و سنت کے احکام کی رو سے ہر مسلمان پر واجب ہے اسلامی نظام معیشت میں زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کے نظام کا اجراء ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر معاشرت سے معاشی تعطل کو دور نہیں کیا جاسکتا اور اسلامی مملکت کا قیام ٹھوس، دیرپا بنیادوں پر عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔ صدقہ و خیرات کی روح قرآنی ارشاد قل العفو میں مضمر ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر حالات ناگزیر ہو جائیں تو لازم ہو جاتا ہے کہ ضرورت سے زائد ہر چیز کو اللہ کی راہ میں معاشرے کے حاجت مند افراد میں تقسیم کر دیا جائے۔

www.MinhajBooks.com

باب نہم

فاقہ اور کم خوری

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

کم خوری اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنا سرورِ دو جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا زندگی بھر معمول رہا اور جملہ اولیاء وصوفیائے کرام آپ ﷺ کی سنتِ مبارکہ کی اتباع میں اسی روش پر گامزن رہے۔

کھانے کا مقصد زندگی کی بقاء، عبادتِ الٰہی میں تسلسل اور غور و فکر کے لئے قوت حاصل کرنا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ کھانا نہ تو اتنا زیادہ کھایا جائے کہ معدہ بوجھل ہو جائے اور نہ اتنا کم کہ بھوک کی تکلیف کا احساس باعث آزار ٹھہرے، اس لئے کھانے پینے میں میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔ اسلام نے جہاں دیگر امورِ حیات میں اسراف سے منع کیا ہے وہاں کھانے پینے میں بھی حدِ اسراف تک پہنچنے سے روکا ہے۔

فاقہ اور کم خوری کی اَہمیت وضرورت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْاۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ○(۱)

’’اے اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا○‘‘

بھرا ہوا پیٹ طرح طرح کی نفسانی خواہشات اور اخلاقی برائیوں کی آماجگاہ

(۱) الأعراف، ۷: ۳۱

ہے۔ جاہ و مال اور مرتبہ کی محبت، ریاکاری، باہمی فخر و غرور، حسد، عداوت، بغض اور سرکشی وغیرہ یہ تمام خرابیاں ضرورت سے زیادہ کھانے اور خوب پیٹ بھرنے کا نتیجہ ہیں۔ جو شخص ان باطنی و روحانی عوارض سے نجات، تزکیہ نفس کی دولت اور معرفتِ الٰہی کی منزل تک رسائی حاصل کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو کم خوری اور فاقہ کا عادی بنائے۔ فاقہ کی بہترین صورت روزہ ہے۔ مسلمانوں پر سال میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○(۱)

”اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ○“

اسی طرح نفلی روزے رکھنا بھی مسنون عمل ہے۔ روزہ انسان کے جسم کو تمام آلائشوں سے پاک و صاف کردیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔(۲)

”ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔“

اگر انسان اپنے نفس پر بھوک کے ذریعے قابو پالے اور شیطان کے حملوں کے تدارک میں کامیاب ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف راغب ہو جاتا ہے، پھر وہ سرکشی اور تکبر کے راستوں پر چلنے کی بجائے آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۸۳

(۲) إبن ماجة، السنن، كتاب الصّيام، باب في الصَّوْمِ زَكَاةُ الْجَسَدِ، ۲: ۱۳۶، رقم: ۱۷۴۵

اِلْبَسُوا الصُّوفَ وَكُلُوا فِي أَنْصَافِ الْبُطُوْنِ فَإِنَّهُ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ۔(۱)

''اونی لباس پہنو اور آدھا پیٹ کھاؤ، یہ نبوت کا ایک حصہ ہے۔''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شیطان سے چھٹکارا پانا اور خواہشاتِ نفسانی پر قابو پانا بھوک کی اذیت سہنے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اَلْجُوْعُ طَعَامُ الصِّدِّيْقِيْنَ وَمَسْلَكُ الْمُرِيْدِيْنَ وَقَيْدُ الشَّيَاطِيْنِ۔(۲)

''بھوک صدیقین کا طعام، مریدین کا راستہ اور شیاطین کو قید کرنے کا ذریعہ ہے۔''

شیطان کس طرح انسان کو اس کی خواہشات کے جال میں پھنساتا ہے؟ اس حوالے سے شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ ایک روایت نقل کرتے ہیں:

''ایک بار ابلیس لعین حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے آیا۔ اس کے پاس بہت سے پھندے اور کانٹے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا یہ خواہشات دنیا ہیں جن کے ذریعے میں ابن آدم کو پھنساتا ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: کیا تونے مجھے بھی کبھی کسی خواہش میں مبتلا پایا؟ اس نے کہا: بس ایک رات جب آپ نے خوب شکم سیر ہوکر کھایا تھا تو میں نے آپ کو نماز اور ذکر سے غافل کر دیا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: اب میں کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھاؤں گا۔ یہ سن کر ابلیس نے جواب دیا کہ آئندہ میں بھی کسی سے خیر خواہانہ بات نہیں کروں گا اور نہ کسی کو نصیحت کروں گا۔''(۳)

(۱) دیلمی، الفردوس بمأ ثور الخطاب، ۱: ۱۰۳، رقم: ۳۴۰

(۲) علی ہجویری، کشف المحجوب: ۴۷۰

(۳) شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف: ۴۸۱

حضرت کنانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

’’مرید کے لئے تین حکم ماننے ضروری ہیں۔ وہ نیند کے غلبہ کے وقت سوئے، ضرورت سے زیادہ کلام نہ کرے اور کھانا فاقہ کے بغیر نہ کھائے۔‘‘ (۱)

طبی حوالے سے بھی کم خوری انسان کی صحت و تندرستی کے لئے ضروری ہے۔ بسیار خوری جہاں روحانی بیماریوں کا باعث ہے وہاں بے شمار جسمانی بیماریوں کو بھی جنم دیتی ہے۔ تمام اطباء وحکماء بیماری سے بچنے کے لئے کم خوری کی تلقین کرتے ہیں۔

کم خوری کی فضیلت

کم خوری یعنی فاقہ سے رہنے کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ عمل تمام انبیاء و کرام علیہم السلام کی امتوں میں پسندیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ انعاماتِ الٰہیہ کا ذریعہ اور مجاہدہ کے ارکان میں سے ایک رکن بھی ہے۔ بعض صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بھوک زہد کی کنجی، آخرت کا دروازہ اور نفسانی خواہشات کو کمزور کرنے والی ہے۔ قرآن حکیم میں بھوک برداشت کرنے اور آزمائش میں ثابت قدم رہنے والوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (۲)

’’اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۝‘‘

(۱) علی ہجویری، کشف المحجوب: ۴۷۰

(۲) البقرہ، ۲: ۱۵۵

حضور نبی اکرم ﷺ نے کم خوری کو پسند فرمایا اور اسے مومن کی نشانی قرار دیا جبکہ بسیار خوری کو نا پسند جانا اور اسے کفار کی عادت قرار دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’ایک شخص بہت زیادہ کھانا کھایا کرتا تھا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو کم کھانے لگا۔ اس بات کا تذکرہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔(۱)

’’بیشک مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کافر مومن سے سات گنا زیادہ کھاتا ہے گویا اس کی نفسانیت مومن کی خواہش سے سات گنا زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ حدیثِ مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ جس دل میں ایمان کی دولت ہوگی وہ پیٹ کی خواہشات پر قابو پا لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کم کھانے والے آخرت میں کھانے پینے کی بے شمار نعمتوں سے نوازے جائیں گے اور زیادہ کھانے والے ان سے محروم کئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَهْلَ الشَّبَعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْجُوْعِ فِي الْآخِرَةِ غَدًا۔(۲)

’’جو لوگ دنیا میں سیر ہو کر کھانے والے ہیں وہ آخرت میں بھوکے ہوں گے۔‘‘

اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں بھوک پیاس برداشت

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأطعمة، باب الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، ۵:۲۰۶۲، رقم: ۵۰۸۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ، ۳:۱۶۳۲، رقم: ۲۰۶۲

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۱۳، رقم: ۱۱۶۹۳

کریں گے ان کے لئے آخرت میں طرح طرح کی نعمتیں اور ربِّ رحیم کی طرف سے دعوتیں ہوں گی۔ فاقہ کش کا دل و دماغ روشن اور طبیعت صحت مند رہتی ہے۔ بھوک نفس کو انکساری اور عجز سکھاتی اور نفس کی اشتہا کو ختم کرتی ہے جس سے بھوکے آدمی کے جسم میں منکسر مزاجی اور دل میں عاجزی پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ صلحائے امت نے ہر دور میں کم خوری اور فاقہ کشی کو بطور عادت اپنائے رکھا اور نفلی روزوں کا اہتمام کر کے فاقہ اور کم خوری میں زندگی بسر کی۔

نفلی روزوں کی فضیلت

حضور نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ متعدد احادیثِ مبارکہ میں نفلی روزوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ذیل میں چند مخصوص ایام میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ اَیّامِ بیض کے روزے

بہت سے مشائخ عظام ہر قمری مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزے رکھنا پسند فرماتے تھے۔ عرفِ عام میں ان روزوں کو ایّام بیض کے روزے کہا جاتا ہے۔ مختلف روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے بھول ہوگئی اور انہوں نے شیطان کے وسوسے کے تحت قربِ الٰہی کے حصول اور ہمیشہ رہنے کے ارادے سے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تو انہیں زمین پر اتارا گیا۔ اس بھول کی وجہ سے ان کا تمام جسم سیاہ ہوگیا تھا پھر انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی تو اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ایّام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہر روز روزے کی برکت سے ان کے سیاہ جسم کا ایک تہائی حصہ سفید ہو جاتا تھا۔ اس طرح ایامِ بیض کے تین روزوں کی تکمیل پر تمام جسم سفید ہوگیا۔

باقاعدگی سے ہر اسلامی مہینے کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھنے سے عمر بھر

کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

صَوْمُ ثَلَاثَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّهْرِ۔[۱]

''ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا یہ تمام عمر کے روزوں کے مترادف ہیں۔''

۲۔ پیر اور جمعرات کا روزہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن باقاعدگی سے روزہ رکھتے تھے۔ حدیث مبارکہ میں ان دنوں کی خاص فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَومَ الاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ۔[۲]

''سوموار اور جمعرات کو اعمال (بارگاہِ الٰہی میں) پیش کئے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔''

۳۔ یومِ عاشورہ کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یوم عاشورہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الصّيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام مِنْ كل شهر، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۱۶۲

(۲) ترمذي، الجامع الصحيح، أبواب: الصّوم عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: ماجاء في صوم يوم الاثنين والخميس، ۲: ۱۱۴، رقم: ۷۴۷

يُكَفِّرُ السَّنَةَ المَاضِيَةَ۔(۱)

''یہ گزشتہ سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

۴۔ یومِ عرفہ (نو ذوالحجہ) کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یوم عرفہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ۔(۲)

''(یوم عرفہ کا روزہ) گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں

صِيَامُ يَومِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ۔(۳)

''یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اسے گزشتہ اور آئندہ سال کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''

۵۔ ماہِ شوال کے چھ روزے

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب: الصّيام، باب: استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة و عاشوراء، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۱۶۲

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب: الصّيام، باب: استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۱۶۲

(۳) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصوم، باب ماجاء في فَضْلِ صَوْمِ عُرفة، ۲: ۱۱۵، رقم: ۷۴۹

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔(۱)

''جو شخص رمضان المبارک کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے عمر بھر کے روزے رکھے۔''

۶۔ پندرہ شعبان کا روزہ

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روزوں کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب روزے رکھتے تھے تو ہم کہتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار کرتے تو ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار ہی کریں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے علاوہ کسی اور ماہ میں (اتنی کثرت سے) روزے رکھے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روزوں کے سوا شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔''(۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جس قدر آپ شعبان میں روزے رکھتے ہیں اس قدر میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ذَاکَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَ رَمَضَانَ وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَ أَنَا صَائِمٌ۔(۳)

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب: الصّيام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال إتباعا لرمضان، ۲: ۸۲۲، رقم: ۱۱۶۴

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب:الصيام، باب:صيام النّبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فى غير رمضان، ۲: ۸۱۰، رقم: ۱۱۵۶

(۳) نسائى، السنن، كتاب: الصّيام، باب: صوم النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أبي هو وأمّي وذكر اختلاف الناقلين للخبر في ذلك، ۴: ۲۰۱، رقم: ۲۳۵۷

”یہ ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان میں (آتا) ہے اور لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس مہینے میں (پورے سال کے) عمل اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزہ دار ہونے کی حالت میں اٹھائے جائیں۔“

حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی آلِ پاک کی کم خوری و فاقہ کشی

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ امت کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو جس بات کی تعلیم دی پہلے خود اس پر عمل کیا۔ اگر امت کو فقر و فاقہ اور سادگی کی تلقین کی تو سب سے پہلے اس کی مثال خود قائم کی۔ کم خوری میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ آپ ﷺ بے تحاشا بھوک برداشت کرتے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار اور ازواج مطہرات نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ وہ بلند پایہ مقدس ہستیاں صبر و رضا کی پیکر تھیں۔ فاقہ و کم خوری ان کا معمول تھا، کئی کئی دن گھر میں چولہا نہ جلتا، اس کے باوجود ان کی زبان پر کبھی حرفِ شکوہ نہ آیا، ہمیشہ شکر کے کلمات رہتے۔

درج ذیل احادیث مبارکہ سے تاجدار کائنات ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت اطہار کی کم خوری کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ بُرٍّ حَتَّى تُوُفِّيَ ﷺ۔(۱)

”آلِ محمد ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد سے حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال تک متواتر تین رات کبھی گیہوں کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی۔“

(۱) ابن ماجة، السنن، كتاب الأطعمة، باب خُبز البُرّ، ۴: ۵۱، رقم: ۳۳۴۴

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میں فاقہ سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا، انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا، انہوں نے بھی اسی طرح کہا، حتیٰ کہ سب نے یہی کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کو آج رات مہمان بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا، انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کو میں مہمان بناؤں گا، وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا، اور بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ اس نے کہا، بچوں کو کسی چیز سے بہلا کر سلا دو، جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا، اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں، جب وہ کھانا کھانے لگے تو اس نے پاس جا کر چراغ بجھا دیا، پھر وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا، جب صبح کو وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے مہمان کے ساتھ جو (حسنِ) سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش ہوا۔‘‘(۱)

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت زہد اور فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے وہ بھوک پر صبر کئے رہتے تھے جیسا کہ حدیثِ مبارکہ سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب إکرام الضیف و فضل إیثاره، ۳: ۱۶۲۴، رقم: ۲۰۵۴

حدیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی مہمان نوازی کے لئے قوم کے رئیس کو پہل کرنا چاہیے اور مہمان کی تعظیم و توقیر اور اس کے لئے ایثار سے کام لینا چاہیے۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’’خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ ٹکڑا کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی میں نے ایک روٹی پکائی تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کھانا پسند نہ کیا۔ اس لئے یہ ٹکڑا آپ کے پاس لے آئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے جو تمہارے والد کے دہن مبارک میں داخل ہوا ہے۔‘‘(۱)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر اِختیاری تھا

یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا اضطراری نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) کے عین مطابق تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقرِ اختیاری سے بھوک برداشت فرماتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَوْ شِئْنَا أَنْ نَشْبَعَ شَبِعْنَا وَلٰکِنْ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ یُؤْثِرُ عَلٰی نَفْسِهٖ۔(۲)

’’اگر ہم سیر ہو کر کھانا چاہتے تو کھا لیتے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات پر (دوسروں کو) ترجیح دیتے تھے۔‘‘

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۵۸۔۲۵۹، رقم: ۷۵۰

(۲) بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۳، رقم: ۱۴۶۹

اس حدیثِ مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا کیونکہ آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے اگر کوئی پیٹ بھر کر کھانا چاہتا تو وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا تھا، اسے کسی قسم کی کوئی بندش نہ تھی، مگر حضور نبی اکرم ﷺ اپنے اسوۂ مبارکہ سے ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے اور اپنا کھانا غریبوں اور حاجت مندوں کو عنایت فرما دیتے تھے۔

کم خور بندوں پر اللہ تعالیٰ کا اظہارِ فخر

کم خوری اتنا محبوب عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کم خوروں پر اظہارِ فخر فرماتی ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے دنیا میں کم کھانے پینے والے بندوں پر فخر کا اظہار فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندوں کی طرف دیکھو میں نے دنیا میں اسے کھانے پینے کے اعتبار سے آزمائش میں ڈالا تو اس نے صبر کیا اور ان دونوں باتوں کو چھوڑ دیا۔ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ، وہ شخص کھانے کا جو لقمہ بھی چھوڑے گا میں اسے اس کے بدلے میں جنت کے اعلیٰ درجات عطا کروں گا۔''(۱)

ترکِ خواہش کے حوالہ سے دو بصیرت افروز روایات

جب بندہ اپنی خواہشات کو اللہ رب العزت کے حکم کے تابع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خزانۂ غیب سے عطا فرماتا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰۔۵۰۵) سے ''إحیاء علوم الدین'' میں دو طویل روایات منقول ہیں۔ ایک روایت حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ہے جس میں انہوں نے فاقہ خوروں کی فضیلت کا ذکر

(۱) أخرجه ابن عدی في الکامل وقد تقدم في الصيام بحواله إحياء علوم الدين، ۳: ۸۱

کرتے ہوئے فرمایا:

’’بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب وہ ہوں گے جو دنیا میں دیر تک بھوکے، پیاسے اور غمگین رہنے والے ہیں۔ یہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل اور متقی ہیں اگر ظاہر ہوں تو ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا اور اگر غائب ہو جائیں تو ان کی گمشدگی محسوس نہیں ہوتی۔ زمین ان سب کو جانتی ہے اور آسمانی فرشتے ان سب کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں اچھے ہیں اور عمدگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ لوگ نرم نرم بستر بچھاتے ہیں اور یہ لوگ اپنی پیشانیاں اور گھٹنے بچھاتے ہیں۔ لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السّلام کے عمل اور اخلاق کو ضائع کر دیا لیکن انہوں نے ان کی حفاظت کی۔ جب چلے جاتے ہیں تو زمین روتی ہے اور جس شہر میں ان میں سے کوئی ایک نہ ہو اس شہر پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ایسے لوگ دنیا پر اس طرح نہیں جھپٹتے جس طرح کتے مردار پر جھپٹتے ہیں، معمولی کھانا کھاتے اور پرانے کپڑے پہنتے ہیں۔ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے پر گرد و غبار ہوتا ہے۔ لوگ ان کو دیکھ کر خیال کرتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی عقل جاتی رہی حالانکہ دنیا والوں کے نزدیک وہ عقل کے بغیر چلتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں شرف وعزت ہے اور وہ اس شہر والوں کے لئے امن کا باعث ہیں۔ جس قوم میں وہ موجود ہوں ان کو عذاب نہیں ہوتا، زمین ان پر خوش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوتا ہے۔‘‘

دوسری روایت حضرت شقیق بن ابراہیم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا:

’’میں نے حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ کو مکہ مکرمہ میں سُوق اللیل (ایک بازار کا نام) میں دیکھا اور یہ بازار حضور نبی اکرم ﷺ کی جائے ولادت کے

قریب ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ راستے کے کنارے پر بیٹھے رو رہے تھے۔ میں بھی راستہ چھوڑ کر ان کے قریب بیٹھ گیا اور پوچھا: اے ابو اسحٰق! یہ رونا کیسا؟ انہوں نے فرمایا، سب ٹھیک ہے میں نے دو یا تین بار مزید پوچھا تو انہوں نے فرمایا: شقیق! یہ بات کسی کو نہ بتانا: میں نے عرض کیا اے میرے بھائی! آپ جو چاہیں فرمائیں: انہوں نے فرمایا: میرا نفس تیس سال سے حریرہ کی خواہش کر رہا تھا اور میں بہت کوشش کر کے اس کو روکتا رہا۔ لیکن گزشتہ شام میں بیٹھا ہوا تھا اور مجھ پر اونگھ غالب آ گئی۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سبز پیالہ تھا جس میں سے حریرہ کی بھاپ اٹھ رہی تھی اور خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے ہمت کے ساتھ اپنے نفس کو روکا لیکن اس نے وہ پیالہ میرے قریب کر دیا اور کہا: اے ابراہیم! کھاؤ۔ میں نے کہا میں نہیں کھاؤں گا۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا: تمہیں اللہ تعالیٰ کھلا رہا ہے۔ تم کھاؤ۔ میں کوئی جواب نہ دے سکا اور رونے لگا۔ اس نے کہا کھایئے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب تک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ کہاں سے آیا ہے ہم برتن میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔ آپ کھائیں۔ یہ آپ کو دیا گیا ہے۔ اس نے کہا مجھے حکم ہوا کہ اے خضر علیہ السلام! اسے لے جائیں اور حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ کو کھلا دیں۔ اس نے کتنا طویل عرصہ صبر کیا اور نفس کو اس سے روکا۔ پھر وہ کہنے لگا اے ابراہیم علیہ الرحمۃ! میں نے فرشتوں سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ جس کو کوئی چیز دی جائے اور وہ نہ لے تو وہ مانگے بھی تو اسے نہیں ملے گی میں نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں آپ کے سامنے ہوں اس عقدہ کو اللہ تعالیٰ ہی کھولے گا۔ پھر میں نے دیکھا تو وہاں ایک دوسرا نوجوان بھی کھڑا تھا جو ان کو کوئی چیز دے کر کہہ رہا تھا اے

خضر علیہ السلام! آپ ان کو خود کھلائیں۔ وہ مسلسل مجھے کھلاتے رہے حتی کہ میں سوگیا۔ جب بیدار ہوا تو منہ میں اس کا ذائقہ محسوس ہو رہا تھا۔‘‘(۱)

بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایثار و قربانی کا درس دیتا ہے۔ کم خوری اور فاقہ کشی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاشرے میں بھوک اور افلاس کا دور دورہ ہو اور فقر و فاقہ کو فروغ دیا جائے۔ اسلام احتیاج سے پاک معاشرے کا داعی ہے اور ہر شخص کو خوشحال دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے ریاست کے مال دار افراد پر غریبوں اور مفلسوں کے کچھ حقوق عائد کئے ہیں جن کو ادا کرنا ان پر لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ ان حقوق میں سے ایک حق حاجت مندوں کو کھانا کھلانا بھی ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد آیات میں غریبوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا○(۲)

’’اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود ایثاراً) محتاج کو یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں○‘‘

ایک دوسرے مقام پر قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اسے دینِ حق کی دشوار گزار گھاٹی سے تعبیر کیا اور پھر ارشاد فرمایا:

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ○(۳)

’’یا بھوک والے دن (یعنی قحط و افلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت

(۱) غزالي، إحياء علوم الدين، ۳: ۸۱۔ ۹۳

(۲) الدهر، ۷۶: ۸

(۳) البلد، ۹۰: ۱۴

لوگوں کو) کھانا کھلانا ہے (یعنی ان کے معاشی تعطل اور ابتلاء کو ختم کرنے کے لئے جدو جہد کرنا ہے)o‘‘

اس آیتِ کریمہ میں غریبوں، محتاجوں اور نادار لوگوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ یہ عمل نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہے بلکہ دوسروں کو کھلانا رزق میں اضافے کا باعث بنتا ہے حتی کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کفائت کر جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ۔(۱)

’’ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہوتا ہے۔‘‘

قرآنِ حکیم نے اس شخص کی مذمت کرتے ہوئے جو محتاجوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا فرمایا:

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِo(۲)

’’اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)o‘‘

تاجدار مدینہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی حاجت مندوں کو کھانا کھلاتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، ۳: ۱۶۳۰، رقم: ۲۰۵۹

(۲) الماعون، ۱۰۷: ۳

’’جب حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے نکلے۔ وہ کہتے جاتے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں بھی آپ ﷺ کے دیدار کے لئے لوگوں کے ساتھ گیا۔ جب آپ ﷺ کا چہرہ اقدس نظر آیا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوْا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔(۱)

’’اے لوگو! ہر ایک کو سلام کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو جب لوگ سوتے ہیں تو نماز پڑھو، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

کم خوری کے فوائد و ثمرات

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے کم خوری کا نفع بخش اور فائدہ مند ہونا ثابت ہوتا ہے اگرچہ ہمیں اس کی نفع بخشی کی عِلت معلوم نہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو دوائی پیتا ہے اسے نفع ہوتا ہے حالانکہ اسے اس کے نفع بخش ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰۔۵۰۵ھ) نے اپنی تصنیف ’’إحیاء علوم الدّین‘‘ میں فاقہ اور کم خوری کے متعدد فوائد بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ صفائے قلب و باطن

کم کھانے سے دل کو صفائی، طبیعت کو تیزی اور بصیرت کو درجۂ کمال حاصل ہوتا ہے جبکہ سیر ہو کر کھانے سے ذہن کند اور دل اندھا ہو جاتا ہے۔ پُر خوری سے دماغ میں بخار کی طرح غبار چڑھتا ہے حتی کہ وہ سوچ بچار کی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ دل فکر

(۱) ابن ماجة، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعَامِ الطَّعَامِ، ۴: ۳، رقم: ۳۲۵۱

سے مغلوب ہو جاتا ہے اور فوری ادراک نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"بھوک کو اختیار کرو، یہ نفس کو ذلیل اور دل کو نرم کرتی ہے اور اسی سے آسمانی علم حاصل ہوتا ہے۔"

۲۔ تواضع وانکساری

بھوک سے نفس کو انکساری اور تواضع و خاکساری حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسری چیز سے نہیں ہوتی کیونکہ بھوک میں انسان اپنے رب کے سامنے زیادہ جھکتا ہے اور اپنی کمزوری اور ذلت کو پہچان لیتا ہے۔ جب تک انسان اپنے نفس کی ذلت اور اس کے عجز کا مشاہدہ نہ کرلے وہ اپنے مولا کے دبدبہ اور قہر کو نہیں دیکھ سکتا، لہٰذا بندہ بھوک کی حالت میں اپنے رب کے سامنے اپنی مجبوری اور اضطرار کی کیفیت میں ذوقِ بندگی کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ حضرت امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن شکم سیر ہوں گا پس جب میں بھوکا ہوں گا تو صبر کروں گا اور اپنے رب کے حضور گڑگڑاؤں گا اور جب شکم سیر ہوں گا تو شکر ادا کروں گا۔"(۱)

اس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوا کہ کم خوری اور بھوک عجز و انکساری کے حصول اور صبر و شکر کا بہترین ذریعہ ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ پیٹ اور شرمگاہ جہنم کے دروازوں میں سے ہیں اور ان کی اصل پیٹ بھر کر کھانا ہے جبکہ انکساری اور عاجزی جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کی اصل بھوک ہے۔ جو شخص جہنم کا کوئی دروازہ بند کرتا ہے تو وہ لازماً جنت کا کوئی دروازہ کھولتا ہے کیونکہ یہ مشرق اور

(۱) بیهقي، شعب الایمان، ۷: ۳۱۰، رقم: ۱۰۴۱۰

مغرب کی طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں ہیں، لہٰذا ان میں سے ایک کے قریب ہونا گویا دوسرے سے دور ہونا ہے۔

۳۔ بھوکوں اور مفلسوں کا احساس

بھوکا انسان افلاس زدہ انسانوں کا احساس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش اور عذاب کو نہیں بھولتا اور نہ ہی ان لوگوں کو بھولتا ہے جو آزمائش میں ڈالے گئے ہوں کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے والا بھوکے آدمی کو بھول جاتا ہے مگر بھوکا آدمی جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتا ہے تو اسے آخرت کی پریشانی یاد آ جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا: ’’آپ بھوکے کیوں رہتے ہیں حالانکہ آپ کے قبضے میں زمین کے خزانے ہیں؟‘‘ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ’’مجھے ڈر ہے کہ اگر میں سیر ہو کر کھاؤں تو کہیں بھوکے رہنے والوں کو نہ بھول جاؤں۔‘‘

لہٰذا بھوکوں اور محتاجوں کو یاد رکھنا اور اپنا کھانا ان کو کھلانا بہت بڑی نیکی ہے اس طرح بھوک رحمت الٰہی ہے جو مخلوقِ خدا پر شفقت کا درس دیتی ہے جبکہ شکم سیر آدمی بھوکے آدمی کی تکلیف سے غافل ہو جاتا ہے۔

۴۔ گناہوں سے اجتناب

بھوک کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ نفس امّارہ پر قابو پانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ حضرت ذوالنّون مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ’’میں جب بھی سیر ہو کر کھاتا ہوں تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہوں یا گناہ کا قصد کرنے لگتا ہوں۔‘‘

بھوک لغو اور فضول کلام سے نجات کا سبب ہے کیونکہ بھوکا آدمی فضول کلام کی خواہش نہیں رکھتا اور یوں وہ زبان کی آفات، غیبت، فحش کلامی، جھوٹ اور چغلی وغیرہ سے بچ جاتا ہے۔

۵۔ قلبی بیداری میں دوام

قلبی بیداری تزکیہ و تصفیۂ نفس کے لئے بہترین جوہر ہے اور یہی بندے کا اصل مال ہے۔ جبکہ نیند موت ہے جو کثرتِ ریاضت و عبادت کو کم کر دیتی ہے۔ کم کھانے سے نیند دور ہو جاتی ہے اور غفلت سے بیداری نصیب ہوتی ہے جبکہ سیر ہو کر کھانے سے نیند زیادہ آتی ہے اور زیادہ نیند سے زندگی ضائع ہو جاتی ہے، تہجد کی نماز سے بندہ محروم ہو جاتا ہے، طبیعت کرخت اور دل سخت ہو جاتا ہے۔

۶۔ عبادت میں استقامت

کم کھانے والے کے لئے عبادت پر دوام آسان ہو جاتا ہے جبکہ سیر ہو کر کھانا زیادہ عبادت سے روکتا ہے۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> ’’میں نے حضرت علی جرجانی علیہ الرحمۃ کے پاس ستو دیکھے جنہیں وہ پھانک رہے تھے میں نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ چبانے اور پھانکنے کے درمیان میں ستر تسبیحات کا وقت درکار ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس سال سے روٹی نہیں کھائی۔‘‘

زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک نفیس بیش قیمت جوہر ہے لہٰذا ہم پہ لازم ہے کہ اس سے ایسا خزانہ حاصل کریں جو آخرت میں باقی رہے۔ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب اپنے وقت کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں صرف کیا جائے۔ روزہ رکھنے، ہمیشہ باوضو رہنے اور کھانے پینے کے اسباب میں خرچ ہونے والے اوقات کو عبادات میں صرف کرنے سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۷۔ لاتعداد بیماریوں کا علاج

کم کھانے سے بدن کی صحت برقرار رہتی اور بے شمار بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

جبکہ بیمار انسان دوائی اور ڈاکٹر کا محتاج ہو جاتا ہے۔ پھر ان تمام چیزوں پر روپیہ پیسہ خرچ ہوتا ہے جس کے لئے انسان کو غیر ضروری محنت کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے گناہوں اور خواہشات کا شکار ہونا پڑتا ہے جبکہ بھوک میں یہ تمام باتیں نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ ایک روایت منقول ہے کہ ہارون الرشید بادشاہ نے چار طبیب بلائے۔ ایک ہندوستانی، دوسرا رومی، تیسرا عراقی اور چوتھا حبشی۔ اس نے ان سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک ایسی دوائی کا ذکر کرے جس سے کوئی بیماری نہ پیدا ہوتی ہو۔ ہندوستانی حکیم نے کہا: میرے نزدیک ایسی دوائی سیاہ ہڑ ہے۔ عراقی نے کہا: میرے نزدیک ترہ تیزک ہے۔ رومی نے کہا: میرے نزدیک ایسی دوائی گرم پانی ہے۔ حبشی جو ان سب سے زیادہ علم رکھتا تھا کہنے لگا: ہڑ معدے کو تنگ کر دیتی ہے اور یہ ایک بیماری ہے جبکہ ترہ تیزک معدے کو نرم کر دیتی ہے اور یہ بھی ایک بیماری ہے۔ گرم پانی معدے کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے اور یہ بھی ایک بیماری ہے انہوں نے پوچھا: تمہارے خیال میں اس کا کیا حل ہے؟ اس نے کہا: ایسی کوئی دوائی نہیں جس میں کوئی بیماری نہ ہو صرف ایک ہی حل ہے وہ یہ کہ جب بھوک لگے اس وقت کھانا کھائے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دے انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

وصوموا تصحّوا۔(۲)

”روزہ رکھو صحت مند رہو۔“

کیونکہ روزہ رکھنے، بھوکا رہنے اور کم کھانے میں جسمانی صحت کا راز مضمر ہے نیز اس کی وجہ سے دل سرکشی اور تکبر کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۳:۸۷

(۲) عجلونی، کشف الخفاء، ۱:۵۳۹، رقم: ۱۴۵۵

۸۔ حرام خوری سے اجتناب

جس آدمی کو کم کھانے کی عادت ہو اسے تھوڑا مال بھی کفایت کرتا ہے اور جو شخص شکم سیری کا عادی ہو وہ اپنے آپ کو پیٹ کا بندہ بنائے رکھتا ہے اور ہر دن اس کی گردن پر سوار ہو کر کہتا ہے آج کیا کھاؤ گے، لہٰذا وہ خواہشِ شکم کے زیرِ اثر حرام کاموں سے بھی دریغ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ لوگوں کی طرف لالچ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ انتہائی درجہ کی ذلت ہے لہٰذا ہلاکت کا باعث دنیا کی حرص ہے اور دنیوی حرص کا سبب پیٹ کی خواہش ہے، جبکہ کم کھانے سے یہ تمام حرص اور لالچ ختم ہو جاتے ہیں۔

۹۔ صدقہ و خیرات پر قدرت

کم کھانے والا انسان زائد کھانا یتیموں اور مساکین کو بطور صدقہ دینے پر قادر ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن اپنے صدقہ و خیرات پر مبنی عمل کی جزا کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كل إمرئ في ظلّ صدقته۔ (۱)

”ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔“

مومن جو کچھ صدقہ کرتا ہے وہ فضل خداوندی سے ذخیرۂ خیر بن جاتا ہے۔ پس بندے کے لئے وہی ہے جو اس نے صدقہ کی صورت میں جمع کر لیا یا کھا کر اور پہن کر خرچ کر دیا۔ زائد کھانا صدقہ کر دینا شکم سیری اور بدہضمی سے بہتر ہے۔ لہٰذا زائد کھانا فقیر کو دیا جائے تاکہ اس کے ذریعے اجر و ثواب جمع ہو جائے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ خود کھائے اور اپنی پُرسش کے بوجھ میں اضافہ کرے۔

(۱) ابن خزيمة، الصحيح، ۴: ۹۴، رقم: ۲۴۳۱

شکم سیری کی مذمت میں حکماء وصوفیاء کے اَقوال

پیٹ بھر کر کھانا کوئی قابلِ فخر چیز نہیں۔ ایسا کرنا مویشیوں کے لئے تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن انسان کا پیٹ بھر کر کھانا تن پروری ہے جو کوئی قابلِ تحسین بات نہیں۔ جو شخص ساری عمر تن پروری میں مصروف رہے اور جسمانی خواہشات کا اسیر رہے اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جو ساری عمر اپنے باطن کو سنوارنے کے باعث راہِ حق میں منفرد ہو اور علائقِ دنیا سے آزاد ہو۔ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

> ’’انسان کا کسی برتن کو بھرنا اتنا بُرا نہیں جتنا پیٹ کو بھرنا، انسان کے لئے اتنے لقمے کھانا کافی ہے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے یعنی توانائی برقرار رہے۔‘‘(۱)

امام غزالی علیہ الرحمۃ شکم سیری کی مذمت میں درج ذیل اقوال نقل فرماتے ہیں:

۱۔ حضرت لقمان حکیم علیہ الرحمۃ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ’’اے میرے بیٹے! جب تیرا معدہ بھرا ہوگا تو تُو بے فکر ہو جائے گا۔ تیری حکمت بے کار ہو جائے گی اور تیرے اعضا عبادت سے لاچار ہو جائیں گے۔‘‘

۲۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ’’علم و حکمت کو بھوک میں رکھا گیا ہے جبکہ گناہ اور جہالت کو شکم سیری میں رکھا گیا ہے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ’’جو شخص پیٹ بھر کر کھاتا ہے

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الزّهد، باب: ماجاء في كَرَاهية كثرة الأكْلِ، ۴: ۱۸۸، رقم: ۲۳۸۰
۲۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الأطعمة، باب الأقتصاد في الأكْلِ وكراهة الشَّبع، ۴: ۵۳، رقم: ۳۳۴۹

اس پر چھ آفتیں آتی ہیں:

۱۔ وہ مناجاتِ الٰہیہ کی چاشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔

۲۔ حکمت کی حفاظت مشکل ہو جاتی ہے۔

۳۔ مخلوق اس کی شفقت سے محروم ہوتی ہے۔

۴۔ عبادت ایک بوجھ بن جاتی ہے۔

۵۔ خواہشات زیادہ ہو جاتی ہیں۔

۶۔ تمام لوگ مساجد کے گرد چکر لگاتے ہیں، پیٹ بھر کر کھانے والا گندی جگہوں کے گرد چکر لگاتا ہے۔''(۱)

گویا معلوم ہوا کہ بھوک رکھ کر کھانا اخروی فوائد کا ایک عظیم خزانہ ہے۔

کم خوری کیوں کر ممکن ہے؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نفس کو طمع کا عادی بنایا جائے تو وہ لالچی بن جاتا ہے۔ اگر قناعت کا عادی بنایا جائے تو وہ قانع ہو جاتا ہے اور اگر بھوک کا عادی بنایا جاہے تو اس میں بھوک برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

صوفیاء کرام نے بتدریج بھوک کو اپنی عادت بنایا اور اپنے نفس کو کھانے سے روکا۔ اس کے بدلہ میں انہیں بھوک میں نورِ معرفت اور حکمت کے چشمے ملے۔ اس حوالے سے صوفیاء کی بہت سی حکایات اور واقعات ہوئے ہیں۔ بعض بزرگوں کا یہ طریقہ رہا کہ وہ ہر رات غذا کم کرتے رہتے یہاں تک کہ نفس کو کمترین خوراک کا عادی بنا لیتے۔ بعض نیک بندے خوراک کا چھواروں کی گٹھلیوں سے اندازہ لگاتے اور ہر رات خوراک میں سے ایک گٹھلی کم کر دیتے۔ کچھ درویش روٹی کا اٹھائیسواں حصہ کم کرتے یہاں تک کہ ایک مہینے

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۳: ۸۲۔۸۷

میں ایک روٹی کم ہو جاتی اور ایک جماعت کا طرزِ عمل یہ ہوتا کہ وہ سات سات دن، پندرہ پندرہ دن یہاں تک کہ چالیس دن تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو (پیٹ کے تین حصے کرے) ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک پانی کے لئے اور ایک سانس لینے کے لئے۔‘‘(۱)

حضرت ابوسلیمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ’’مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا رات بھر عبادت کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا: بھوک اللہ کے پاس اس کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور وہ اسی شخص کو عطا کرتا ہے جس کو پسند کرتا ہے۔‘‘(۲)

حدیثِ مبارکہ میں بتائے گئے طریقے کے علاوہ کھانا کم کرنے اور پیٹ کی خواہش پر قابو پانے کے لئے درج ذیل طریق پر بھی عمل کرنا سود مند ہوگا۔

۱۔ کھانا کم کرنے کے سلسلہ میں تدریجاً ریاضت کا راستہ اختیار کیا جائے اور کھانے کی مقدار مقرر کر کے آہستہ آہستہ کھانا کم کیا جائے۔ جس شخص کو زیادہ کھانے کی عادت ہو اگر وہ یکدم تھوڑا کھانے کی طرف آئے گا تو اس کا مزاج برداشت نہیں کر سکے گا اور وہ کمزور ہوتا جائے گا نیز اس میں مشقت بہت زیادہ برداشت کرنا ہوگی، لہٰذا اسے چاہئے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے کمی کرتا رہے مثلاً

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الزّهد، باب: ماجاء في کَرَاهِیة کثرَةِ الأَکْلِ، ۴: ۱۸۸، رقم: ۲۳۸۰

۲۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الأطعمة، باب، الاقتصاد فی الأَکْل وَکَرَاہَة الشبع، ۴: ۵۳، رقم: ۳۳۴۹

(۲) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۳: ۸۳

اگر وہ دو روٹیاں کھاتا ہے اور اپنے آپ کو ایک روٹی تک لانا چاہتا ہے تو روٹی کو اٹھائیس حصوں میں تقسیم کرے اور روزانہ ایک حصہ کم کرے تو یوں ایک مہینے میں ایک روٹی تک آ جائے گا یہاں تک کہ اپنے نفس کو اتنی مقدار تک لے آئے گا جس سے زندہ رہ سکے۔ اس سے نہ تو کوئی نقصان ہو گا اور نہ ہی اس کا کوئی منفی اثر ظاہر ہو گا۔

۲۔ سالک کھانے کو دو حصوں میں تقسیم کر دے مثلاً اگر دو روٹیاں ہوں تو ایک روٹی افطار کے وقت کھائے اور دوسری روٹی سحری کے وقت تاکہ اس کا نفس پرسکون رہے، تہجد کے وقت بدن ہلکا پھلکا ہو اور دن کو زیادہ بھوک نہ لگے۔

۳۔ پسندیدہ اور لذیذ مرغّن کھانے گوشت، مٹھائی اور حلوہ وغیرہ کی خواہش پر قابو پایا جائے، اور درمیانہ قسم کا سالن کھایا جائے۔ آخرت کے راستے پر چلنے والے بزرگانِ دین کی عادت تھی کہ وہ سالن نہیں کھاتے تھے بلکہ وہ خواہشات کی تکمیل سے بچتے تھے کیونکہ انسان جس لذیذ چیز کی خواہش کرتا ہے تو اسے ضرور کھاتا ہے جس سے نفس پھول جاتا ہے اور دل سخت ہو جاتا ہے نیز وہ دنیا کی لذتوں سے اس درجہ مانوس ہو جاتا ہے کہ اپنی موت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک کو بھول جاتا ہے۔ اس دنیا دار کے لئے دنیا جنت اور موت قیدخانہ بن جاتی ہے لیکن اس کے برعکس جب مومن اپنے آپ کو خواہشات سے بچائے اور اپنے نفس پر سختی کرتے ہوئے ان لذتوں سے اجتناب کرے تو دنیا اس کے لئے قیدخانہ بن جاتی ہے اور وہ اس میں گھٹن محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا نفس موت کے ذریعے زندگی کی قید سے چھٹکارا چاہنے لگتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پسندیدہ کھانوں کی خواہش کو پورا کرنے کی بجائے صبر کیا جائے اور ضرورت سے زیادہ نہ کھایا جائے۔ ضرورت سے زیادہ کھانا اسراف ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ إِذَا تَغَدَّى لَمْ يَتَعَشَّ، وَإِذَا تَعَشَّى لَمْ يَتَغَدَّ۔ (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب صبح کھانا کھاتے تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔''

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ نفس کو جائز خواہشات کی تسکین کے لئے بھی کھلی چھٹی نہ دی جائے اور نہ ہی ہر حال میں اس کی تکمیل کی جائے، اسے اس بات سے بھی ڈرنا چاہیے کہ کہیں قیامت کے دن اس سے بھی یہ نہ کہا جائے کہ:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِیْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَاج فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ۝ (۲)

''تم اپنی لذیذ و مرغوب چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں ہی حاصل کر چکے اور ان سے (خوب) نفع اندوز بھی ہو چکے۔ پس آج کے دن تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے (بھی) کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۝''

انسان جس قدر اپنے نفس کو مجاہدے کا پابند کرے گا اور خواہش کو چھوڑے گا اس قدر آخرت کی نعمتوں سے نفع اٹھائے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ۝ (۳)

''(اُن سے کہا جائے گا:) خوب لطف اندوزی کے ساتھ کھاؤ اور پیو اُن (اَعمال) کے بدلے جو تم گزشتہ (زندگی کے) ایّام میں آگے بھیج چکے تھے۝''

---

(۱) سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۱۱، رقم: ۶۶۱۷

(۲) الاحقاف، ۴۶: ۲۰

(۳) الحاقة، ۶۹: ۲۴

کھانے پینے میں اِعتدال کا پہلو غالب رہے

افراط و تفریط دونوں قابلِ مذمت ہیں۔ کم خوری کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس بات کا اشارتاً بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ بھوک کے سلسلے میں حد سے بڑھ جانا مطلوب ہے کیونکہ اگر کوئی چیز بھی حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو شریعت اسلامی اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتی۔ شارعِ اسلام حضور نبی اکرم ﷺ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمیشہ روزہ رکھنے اور پوری پوری رات کھڑا رہنے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

> ''حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا اے عبداللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو بلکہ روزے رکھو اور چھوڑ بھی دیا کرو، قیام کرو اور سویا بھی کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو، چونکہ ہر نیکی کا اجر دس گناہ ہے تو یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔''(۱)

لہٰذا شریعت مطہرہ کا مقصود یہ ہے کہ کھانے پینے میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے اور کھانا اتنا کھایا جائے کہ بھوک مٹ جائے اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے حتی کہ وہ اُن فرشتوں کے مشابہ ہو جائے جو فطرتاً کھانے کے بوجھ اور بھوک کی تکلیف دونوں سے پاک ہیں جبکہ انسان صرف اعتدال کی روش پر ہی گامزن رہ کر اس کیفیت کا لطف حاصل

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصّوم، باب حَق الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ، ۲: ۶۹۷، رقم: ۱۸۷۴

کرتا ہے۔ حضرت مطرف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا۔[1]

’’بہترین امور وہ ہیں جن میں اعتدال ہو۔‘‘

نفس کو اعتدال پر لانے اور تربیت کے عمل سے گزارنے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں اسے تکلیف میں مبتلا کیا جائے کیونکہ ابتدائی مرحلے میں تکمیل خواہشات کا عادی نفس سرکشی پر مائل ہوتا ہے لہٰذا اسے بھی سدھائے جانے والے گھوڑے کی طرح مجاہدے کی اذیت اور بھوک کی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تا وقتیکہ وہ اعتدال پر نہ آ جائے۔ اسی حکمت کے پیش نظر شیخ اپنے مرید کو ان کاموں کا حکم دیتا ہے جو وہ خود نہیں کرتا، وہ اسے بھوکا رہنے کا حکم دیتا ہے حالانکہ خود بھوکا نہیں رہتا نیز اسے پھلوں اور من پسند چیزوں سے روکتا ہے حالانکہ خود کو ان سے نہیں روکتا کیونکہ خود مسلسل مجاہدے سے اپنے نفس کی تادیب سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

> حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ادب سکھایا جب آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ روٹی، گوشت اور گھی کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر دُرہ بلند کیا اور فرمایا: ’’ایک دن روٹی گوشت سے کھاؤ، دوسرے دن دودھ سے کھاؤ۔ اس طرح کسی دن گھی کے ساتھ، کسی دن زیتون کے ساتھ، کسی دن نمک کے ساتھ اور کسی کسی دن بغیر کسی چیز یا سالن کے کھاؤ کیونکہ یہی راہِ اعتدال ہے۔‘‘[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

www.MinhajBooks.com

---

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۵: ۲۶۱، رقم: ۶۶۰۱

(۲) ۱۔ سعید بن منصور، السنن، ۲: ۵۹۷

۲۔ غزالی، إحیاء علوم الدین، ۳: ۹۸

’’جو شخص چالیس دن گوشت کھانا چھوڑ دے وہ بداخلاق ہو جاتا ہے اور جو مسلسل چالیس دن گوشت کھائے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔‘‘(۱)

اس سے یہ نتیجہ کھلا کہ مستقلاً گوشت کھانا اگر خواہشاتِ نفس کی تسکین کے لئے ہو تو افراط اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے اور گوشت کو بالکل چھوڑ دینا تنگی اور عدم توازن کو ظاہر کرتا ہے، جو تفریط کا پہلو ہے لہٰذا کھانے پینے میں اعتدال کا پہلو ہر صورت غالب رہنا چاہیئے تاکہ کم کھانا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت اور فاقہ ملائکہ کی صفت کے مشابہ ہو جائے۔

(۱) دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۴۷۰، رقم: ۵۴۵۸